ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

44

www.tanzeem.org

14تا20صفرالمظفر1438ھ/15تا21نومبر2016ء

## مقصود رضاءِ الٰہی اور اجرِ اُخروی ہے

دین کے کاموں میں اصل مطلوب اور مقصود تو ہونا چاہیے صرف رضاءِ الٰہی اور اجرِ اُخروی اور دنیا میں جن انعامات و برکات کا وعدہ کیا گیا ہے، مثلاً چین کی اور عزت کی زندگی، یا مثلاً استخلاف (خلافت کا عطاء ہو جانا) اور تمکین فی الارض (زمین پر قدرت اور غلبہ حاصل ہو جانا)، سو یہ مطلوب نہیں بلکہ موعود ہیں۔ یعنی ہم کو جو کچھ کرنا ہے وہ کرنا تو چاہیے صرف رضاءِ الٰہی اور فلاحِ اخروی کے لیے مگر یقین رکھنا چاہیے اللہ کے ان مواعید (وعدوں) پر بھی۔ یہاں مقصود صرف کرنا کرانا ہی نہیں ہے بلکہ اپنی سعی کر کے، اپنی عاجزی (و بے بسی) کا یقین اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و نصرت پر اعتماد پیدا کرنا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسا پر اپنی سی کوشش ہم کریں تو اللہ تعالیٰ ہماری کوشش اور حرکت ہی میں اپنی مدد (یعنی اَمر) کو شامل کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ﴿وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾ (ھود:52) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اپنے کو بالکل بے کار سمجھ کے بیٹھے رہنا تو ’’جبریت‘‘ ہے۔ (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ انسان مجبورِ محض ہے) اور اپنی ہی قوت پر اعتماد کرنا ’’قدریت‘‘ ہے۔ (یعنی اپنے کو قادر سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہ کرنا) (اور یہ دونوں گمراہیاں ہیں) اور صحیح اسلام ان دونوں کے درمیان ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جدوجہد اور کوشش کی جو حقیر سی قوت اور صلاحیت ہم کو بخش رکھی ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس کو تو پورا پورا لگا دیں اور اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ لیکن نتائج کے پیدا کرنے میں اپنے آپ کو بالکل عاجز اور بے بس یقین کریں اور صرف اللہ تعالیٰ کی مدد (امر، حکم) ہی پر اعتماد کریں اور صرف اسی کو کارفرما سمجھیں۔

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ

اس شمارے میں

ڈونلڈ ٹرمپ جیت گیا اور......

اپنے نفس کو پاک کرنا کتنا ضروری ہے

یومِ تفکر

اغراض دنیوی کو چھوڑ کر اس کام میں چلنا ہے

امیر تنظیم اسلامی کا پیغام رفقاءِ تنظیم اسلامی کے نام

ڈونلڈ ٹرمپ کی جیت...... آئندہ کا عالمی منظر نامہ

سالانہ اجتماع کے مقاصد

سالانہ اجتماع کی برکات

الھدیٰ (730)

## رحمت الٰہی کی وجہ سے عذاب مؤخر ہے

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 58, 59

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ
بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝٥٨ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا
ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝٥٩ۧ

**آیت ۵۸** ﴿وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ﴾ ''اور آپ ؐ کا رب بہت بخشنے والا' بہت رحمت والا ہے۔ اگر وہ مواخذہ کرتا ان کا بسبب ان کے اعمال کے تو بہت جلدی بھیج دیتا ان پر عذاب۔''

یہ مضمون سورۃ النحل آیت 61 اور سورۂ فاطر آیت 45 میں بھی بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ظلم اور برے اعمال کے سبب ان کا مؤاخذہ کرتا تو روئے زمین پر کوئی متنفس زندہ نہ بچتا۔

﴿بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝٥٨﴾ ''بلکہ ان کے لیے وعدے کا ایک وقت معین ہے اور وہ ہرگز نہیں پائیں گے اس کے سوا بچنے کی کوئی جگہ۔''

جب کسی کے وعدے کی مقررہ گھڑی (اجل) آ پہنچے گی تو اسے کوئی جائے پناہ نہیں ملے گی اور اس کے لیے اس سے سرک کر اِدھر اُدھر ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی: ﴿فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝٦١﴾ (النحل) ''پھر جب آ جاتا ہے اُن کا وقت معین تو نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں ایک لمحہ اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔''

**آیت ۵۹** ﴿وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا﴾ ''اور یہ ہیں وہ بستیاں جن (کے باسیوں) کو ہم نے ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم اختیار کیا''

اَحقاف میں آباد قومِ عاد کے افراد ہوں یا علاقۂ حجر کے باشندے' اصحاب الایکہ ہوں یا عامورہ اور سدوم کے باسی' سب اسی قانونِ الٰہی کے مطابق ہلاکت سے دوچار ہوئے۔

﴿وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝٥٩﴾ ''اور ہم نے مقرر کر دیا تھا ان کی ہلاکت کے لیے وعدے کا ایک وقت۔''

وعدے کے اس طے شدہ وقت سے پہلے کسی قوم یا بستی پر کبھی کوئی عذاب نہیں آیا۔

فرمان نبوی

## اللہ کی رحمت سے محروم لوگ

عَنْ أَبِي ذَرٍّ ؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (( **ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** )) قَالَ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ مِرَارًا۔ قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ: (( **قَالَ الْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهُ بِالْحَلِفِ الْكَاذِبِ** ))

(صحيح مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے یہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔''

ہفت روزہ
لاہور
# ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
14 تا 20 صفر المظفر 1438ھ جلد 25
15 تا 21 نومبر 2016ء شمارہ 44
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
**مرزا ایوب بیگ**

# ڈونلڈ ٹرمپ جیت گیا اور......

ڈونلڈ ٹرمپ جیت گیا اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ ہار گئی۔ یہ کسی ٹاک شو کا ڈائیلاگ نہیں بلکہ ایک ایسی بات ہے جو مستقبل میں ایک حقیقت کا روپ دھارتے ہوئے نظر آتی ہے۔ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے آج کی زمینی حقیقت یہ ہے کہ امریکہ ایک ایسی سپر پاور ہے کہ کوئی دوسرا ملک یا قوم اتنی قوت کی حامل ہو' ماضی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن تاریخ میں جھانکنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر سپر پاور کے زوال کا آغاز اُس قوم کے اخلاقی زوال سے ہوا۔ امریکی قوم نے اس مرتبہ اُس شخص کو اپنا صدر منتخب کیا جس نے اخلاق کی دھجیاں بکھیر دیں۔ بہرحال پہلے ہم یہ تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے کہ ٹرمپ کے جیتنے اور ہیلری کلنٹن کی شکست کی وجوہات کیا تھیں؟ بعدازاں عرض کریں گے کہ ہم ٹرمپ کی جیت کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی شکست کیوں قرار دے رہے ہیں۔ ٹرمپ کی انتخابی مہم بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی طرز پر تھی یعنی اکثریت پر کلیتاً انحصار کرو' اقلیت کو گھاس نہ ڈالو۔ مہم کی بنیاد دوسروں سے نفرت پر تھی۔ باہر سے آ کر امریکہ میں آباد ہونے والوں نے مقامی لوگوں کا رزق چھین لیا ہے' میکسیکو اور امریکہ کے درمیان دیوار بنا دی جائے گی' امریکہ کے اصلی باشندے نوکریوں سے محروم ہو رہے ہیں۔ گویا نسلی اور قومی عصبیت خوب اُبھاری گئی۔ گزشتہ صدی کے اواخر میں سوویت یونین کو شکست و ریخت سے دوچار کرنے کے بعد امریکہ نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا۔ ''ہم سا کوئی ہے تو سامنے آئے''۔ افغانستان اور عراق میں قیامت برپا کر دی۔ لیبیا کو تباہ و برباد کر دیا گیا' ایران کی ناک زمین سے رگڑ دی' شام میں لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ پاکستان کی گردن پر انگوٹھا رکھ دیا لیکن اس سب کچھ پر بے شمار سرمایہ خرچ ہوا۔ صرف افغانستان میں اب تک ایک ہزار ارب ڈالر خرچ ہو چکے ہیں۔ امریکی عوام کے لیے یہ خرچہ مصیبت بن گیا تھا۔

ٹرمپ نے کہا کہ اس حوالہ سے ہم صرف امریکہ کا مفاد دیکھیں گے جس ملک کو ہمارے ذریعے سکیورٹی حاصل کرنا ہے وہ خرچہ نکالے۔ No free lunch۔ امریکی عوام دوسروں کے لیے جنگ اور اخراجات سے تنگ آ چکی تھی لہٰذا عوام نے اس بات کو قبول کیا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سارے زمانے میں روشن خیالی کا ڈھنڈورا پیٹنے والا امریکہ ہم سے تو گن پوائنٹ پر حقوق نسواں بل منظور کرواتا ہے' لیکن آج بھی امریکیوں کی اچھی خاصی تعداد عورت کو اپنا حاکم تسلیم کرنے سے کترا رہی تھی۔ بھارتی ہندو جو بہت بڑی تعداد میں امریکہ میں موجود ہیں۔ اُنہوں نے اسلام دشمنی میں ٹرمپ کو نہ صرف ووٹ دیئے بلکہ اُس کی انتخابی مہم میں تعاون کیا۔

ہم نے جو عرض کیا ہے کہ ٹرمپ کی جیت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ہار ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ ٹرمپ نے اپنی انتخابی مہم میں نفرت کے جو بیج بوئے ہیں یہ درحقیقت امریکی ریاستوں کی توڑ پھوڑ کی بنیاد بنے گی۔ ٹرمپ نے وہ دور یاد دلا دیا جب اکثر ریسٹورنٹس کے باہر لکھا ہوتا تھا: Dogs and blacks are not allowed حقیقت یہ ہے کہ کالا اب ٹرمپ سے ہی نہیں امریکہ سے بھی نفرت کرے گا۔ یہ خبر کم اہم نہیں کہ نتائج کے اعلان کے فوراً بعد کینیڈا کے لیے امیگریشن کی اتنی درخواستیں دی گئیں کہ اُن کی ویب سائٹ کریش کر گئی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹرمپ کی انتخابی مہم ظاہر کر رہی تھی کہ وہ صرف مقامی سفید امریکیوں کو امریکی جانتا ہے لہٰذا کالوں کی طرف سے ہی نہیں پرانے امیگرنٹس کی طرف سے بھی خاموش ردعمل سامنے آئے گا جو امریکہ کی سلامتی اور اتحاد کے

لیے بہت نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔ کالے تو بارک اوباما کے دور سے پوری طرح مطمئن نہیں تھے' ٹرمپ نے جو غیر ہونے کا تاثر اُنہیں دیا ہے وہ کسی وقت مرنے مارنے پر تل جائیں گے اوراس موقع پر براؤن امیگرنٹس اُن کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ مقامی امریکی گوروں نے ایک اخلاق باختہ متعصب اور خودغرضی پر مبنی سوچ رکھنے والے شخص کا اپنے حکمران کے طور پر انتخاب کر کے درحقیقت اپنے اصل چہرے کو بے نقاب کیا ہے اوراپنے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا ہے۔

ہمارے ہاں یہ تاثر عام ہے کہ امریکہ نے جو دنیا میں اور خاص طور پر مسلم ممالک میں ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا ہے یہ پینٹاگون پر قابض چند سو یا چند ہزار بڑوں کا کیا دھرا ہے' عام امریکی تو انصاف پسند اور امن کا خواہاں ہے، یہ بھی وقت نے غلط ثابت کیا تھا۔ درحقیقت ہمارے لوگ خوردبینی سے حالات و واقعات کا جائزہ نہیں لیتے۔ 2000ء کے انتخابات میں جونیئر بش معمولی مارجن سے جیتا' فریق مخالف نے دھاندلی اور جعلسازی کا الزام لگا دیا۔ امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ ہوا کہ ایک ماہ تک فیصلہ نہ ہوسکا کہ صدر کون منتخب ہوا ہے۔ کیس فیڈرل سپریم کورٹ میں چلا گیا وہاں سماعت کے دوران ہی بش کے حریف نے یہ کہہ کر کیس واپس لے لیا کہ میں امریکہ کی مزید ذلت برداشت نہیں کرسکتا، تب معاملہ ختم ہوا۔ بش نے نائن الیون کا ڈراما رچا کر پہلے 2001ء میں افغانستان کو تباہ و برباد کیا۔ پھر 2003ء میں عراق پر صریحاً جھوٹے الزامات لگا کر وہاں قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ دنیا بھر میں امریکہ کا خوف اور دبدبہ مزید بڑھ گیا۔ بش نے یہ نعرہ دیا: with us or againts us۔ سعودی عرب نے امریکی فوجی اپنے ملک میں قبول کر لیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ 2004ء کے انتخابات کو بش نے سویپ کیا، اس کا حریف مقابلہ ہی نہ کر سکا۔ گویا امریکیوں نے اِسے امریکہ کی عظمت اور بڑائی قرار دیا۔ ناانصافی اور ظلم وستم غیروں سے ہو لہٰذا جائز تھا امریکہ عظیم تر ہو گیا۔ پھر بعدازاں جب افغانستان میں افغان طالبان نے گوریلا کارروائیاں شروع کیں' امریکی فوجیوں کی لاشیں امریکہ پہنچنے لگیں۔ جنگی اخراجات سے خزانے پر بوجھ پڑا۔ عراق میں بھی کٹھ پتلی حکومت حالات کو سنبھال نہ پا رہی تھی۔ گویا مظلوموں نے ظالموں کے خلاف سر اُٹھانا شروع کیا اور مالی و جانی نقصانات بڑھنے لگے تو 2008ء میں بش کی جماعت یعنی ری پبلکن بری طرح ہار گئے اور ایک ڈیموکریٹس کالا ہونے کے باوجود امریکہ کا صدر بن گیا۔ تب امریکیوں کی یہ ذہنیت سامنے آئی تھی کہ چاہے جھوٹ اور فریب کو بنیاد بنا کر ظلم وستم اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا جائے تو اس سے امریکہ عظیم تر بنتا ہے اور اب یہ ذہنیت سامنے آئی ہے کہ اخلاقی اقدار پر بازاری پن کو ترجیح دی ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں سمجھتے کہ ہیلری کلنٹن اخلاقی حوالے سے اعلیٰ معیار کی حامل تھیں یا وہ مسلم دشمن نہ تھی یا اُس نے امریکہ کے وحشی پن کے راستے کی دیوار بن جانا تھا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کفر منافقت سے کم ضرررساں ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امریکیوں نے اپنے تئیں کس رجحان کو ووٹ دیا ہے۔ وہ اب سرعام بے حیائی اور بے ہودگی کو ترجیح دیتے ہیں اور ہر قسم کا تعصب انہیں اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آنے والے وقت میں امریکہ اسلام اور پاکستان سے کیا سلوک کرنے والا ہے؟ ہماری رائے میں ٹرمپ کا رویہ کھلم کھلا جنگ کا ہوگا جبکہ ہیلری نے خصوصاً پاکستان کو شکر میں زہر ملا کر دینا تھا۔ امریکہ ایک عرصہ سے پاکستان سے دو مطالبے کر رہا ہے کبھی کھلم کھلا کبھی ڈھکے چھپے انداز میں۔ پہلا یہ کہ ایٹمی حوالے سے سرنڈر کر دو اور دوسرا بھارت کی سرکردگی میں پاکستان چین کا محاصرہ کرنے میں امریکہ سے تعاون کرے۔ اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ پاکستان کے تمام حکمران چاہے وہ سویلین ہوں یا فوجی امریکہ کی تمام تر فرمانبرداری کے باوجود ان دو معاملات میں امریکہ کی اب تک مزاحمت کرتے رہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ٹرمپ اس حوالہ سے بھی بازاری پن پر اتر آئے گا اور وہ بھارت جس نے اُسے کامیاب کرانے میں بھرپور تعاون کیا ہے' پاکستان کے خلاف اگر کوئی اقدام کرے گا تو امریکہ اس کا بھرپور ساتھ دے گا۔ پاکستان اس صورت حال کا کیسے مقابلہ کرے گا۔ ہمارے حکمران یقیناً یہ سوچ رہے ہوں گے کہ چین جو بہرحال ایک بڑی طاقت ہے وہ ہماری پشت پر ہوگا اور دوسرا یہ کہ اگر ہماری سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا تو ہم ایٹم بم استعمال کرنے کی دھمکی دے کر بھارت کو روک لیں گے۔ ہم بھی سمجھتے ہیں کہ اپنے گھوڑے تیار رکھنا بہت ہی ضروری بلکہ فرض ہے۔ لیکن اس کے لیے اندرونی استحکام بہت اہم اور ناگزیر ہے' اس کے بغیر ممکن نہیں۔ لیکن اِس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ جغرافیائی سرحدیں کبھی محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اگر نظریاتی سرحدیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائیں سوویت یونین کے پاس ایٹم بموں کے بہت بڑے ذخائر تھے لیکن پھر بھی وہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ سوویت یونین ایک ایسے نظریے سے عملی طور پر منحرف ہوا تھا جو بہرحال انسانوں کا تجویز کردہ تھا۔ خود نظریہ بھی بہت سے تضادات کا شکار تھا۔ اور محض عقل پر بھروسا کرنے والے خطا کار انسان اُس نظریہ کے خالق تھے۔ جس نظریہ پر پاکستان قائم ہوا وہ خالق کائنات کا عطا کردہ نظریہ ہے اُس پر عمل کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ اسباب کے دستیاب یا عدم دستیاب سے جڑا ہوا نہیں بلکہ وہ مسبب الاسباب پر حقیقی ایمان رکھنے کی بنیاد پر ہے۔ یہ اللہ اور رسول ﷺ کا حکم ہے لہٰذا ہمیں کر گزرنا ہے۔ دنیا و آخرت میں کامیابی کی نوید سنانے والا رب کریم اپنے بندوں کو آزمائے گا اور بھرپور طور پر آزمائے گا اور بالآخر اسباب پیدا ہوں گے۔ نتیجے کے طور پر مومن یا شہید ہوگا یا غازی، گویا ہم اگر اللہ رب العزت پر بھروسا کرتے ہوئے اور زمینی حقائق کو بھی جس قدر ممکن ہو نظر انداز کرتے ہوئے دین کو نافذ کرنے کی طرف بڑھیں گے تو امریکہ سمیت تمام قوتوں کو شکست دیتے ہوئے اسلام کا نظام قائم کرلیں گے یا ہماری جان اس راہ میں چلی جائے گی، لہٰذا ہر صورت میں کامیابی ہے۔ پہلی صورت میں جنت کی نوید ہے اور دوسری یہ کہ شہداء کے خون کی آبیاری سے ایسے فرزندان اسلام پیدا ہوں گے جو آنے والے وقت میں اللہ کا دین نافذ کریں گے کیونکہ فرمان نبویؐ کے مطابق قیامت سے پہلے اسلام کو عالمی غلبہ حاصل ہونا ہے۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ ہمارا مقام کیا ہوگا؟ ہمیں کس کے ساتھ کھڑے ہونا ہوگا؟ خدا کے دشمن بش یا ٹرمپ کے ساتھ! یا اللہ کے سپاہی بن کر دین دشمنوں کے خلاف صف آرا ہونا ہے۔ ہمارا فیصلہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے؟

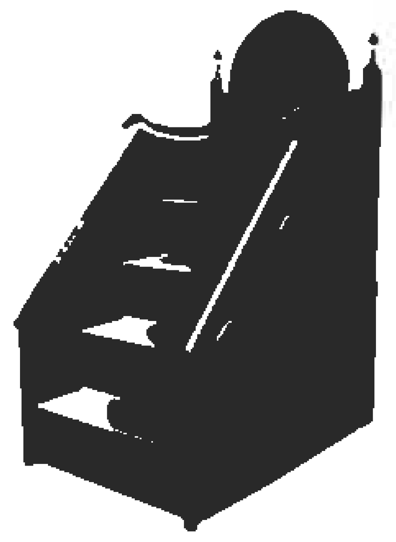

# اپنے نفس کو پاک کرنا کتنا ضروری ہے؟

## سورۃ الشمس کی روشنی میں

**مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید ﷾ کے 4 نومبر 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

مرتب: ابو ابراہیم

سلسلہ وار مطالعۂ قرآن مجید کے ضمن میں آج سورۃ الشمس ہمارے زیر مطالعہ ہے۔ سورۃ الشمس اور اس کے بعد کی تین سورتوں (سورۃ اللیل، سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الم نشرح) کے لیے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ''چہار سورۂ نور و ظلمت'' کا مشترک عنوان تجویز کر رکھا ہے۔ کیونکہ ان میں سے پہلی تین سورتوں کا آغاز جن قسموں سے ہوتا ہے ان کا تعلق نور و ظلمت سے ہے مثلاً دن اور رات، سورج اور چاند وغیرہ۔ سورۃ الشمس میں قسموں والا حصہ زیادہ (آٹھ آیات پر مشتمل) ہے اور اس کے بعد جواب القسم کے ضمن میں صرف دو آیات آئی ہیں۔ اس کے مقابلے میں سورۃ اللیل میں قسموں کا حصہ نسبتاً کم ہے جبکہ سورۃ الشمس سے شروع ہونے والا مضمون سورۃ اللیل میں زیادہ واضح ہو جاتا ہے اور اس طرح یہ مضمون تدریجاً آگے بڑھتا ہوا سورۃ الضحیٰ میں جا کر نقطۂ عروج کو پہنچے گا۔

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ①﴾ ''قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی۔''

ضحیٰ کا وقت وہ ہوتا ہے جب سورج خوب چمک رہا ہو۔

﴿وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ②﴾ ''اور قسم ہے چاند کی جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے۔'' یعنی غروب آفتاب کے بعد جب اندھیرا چھا جاتا ہے تو چاند واضح نظر آنے لگتا ہے۔

﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰىهَا ③﴾ ''اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو روشن کر دیتا ہے۔''

﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ④﴾ ''اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لیتی ہے۔''

ان دونوں آیات کا مفہوم یوں ہوگا کہ دن سورج کو نمایاں کر دیتا ہے جبکہ رات اسے ڈھانپ لیتی ہے۔

﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىهَا ⑤﴾ ''اور قسم ہے آسمان کی اور جیسا کہ اسے بنایا۔''

﴿وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ⑥﴾ ''اور قسم ہے زمین کی اور جیسا کہ اسے بچھایا۔''

یہ تمام قسمیں جوڑوں کی صورت میں آئی ہیں۔ یعنی سورج اور چاند، دن اور رات اور آسمان اور زمین۔ یہ ظاہری تضادات آپس میں مل کر ایک مقصد پورا کرتے ہیں۔ مثلاً دن اور رات آپس میں مل کر ایک نظام کی تکمیل کرتے ہیں۔ اسی طرح انسان کے نفس میں بھی تضاد موجود ہے۔ ہر انسان کی ذات یا شخصیت کے دو رخ ہیں۔ کوئی نفس کے منہ زور گھوڑے پر سوار ہو کر انسانیت کی حدود سے نکل کر حیوانیت کی حدود میں داخل ہو چکا ہے یعنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی دوڑ میں حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ گیا ہے تو کسی نے نفس کے اس منہ زور گھوڑے کو لگام ڈال کر الہامی ہدایات کے تابع کر لیا ہے اور اس بناء پر انسانیت کے اعلیٰ تر مقام پر پہنچا ہوا ہے۔ چنانچہ ان تضادات کی قسمیں کھا کر دراصل انسانی نفس کے انہی روشن اور تاریک پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ⑦﴾ ''اور قسم ہے نفس انسانی کی اور جیسا کہ اس کو سنوارا۔''

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ⑧﴾ ''پس اس کے اندر نیکی اور بدی کا علم الہام کر دیا۔''

ہر انسان میں خیر اور شر کی پہچان موجود ہے۔ یہ علم انسان نے خود حاصل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر ہر انسان میں ودیعت کیا ہے۔ کوئی بھی انسان اگر کوئی غلط کام کرتا ہے تو اُسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غلط کر رہا ہے مگر اس کا نفس اسے سرکشی اور بغاوت پر اُکسا رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ متذکرہ بالا تمام قسمیں اس آفاقی حقیقت کو انسان پر واضح کرنے کے لیے کھائی گئیں کہ

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ⑨﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا جس نے اس (نفس) کو پاک کر لیا۔''

بنیادی طور پر انسان بھی ایک حیوان ہی ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ حیوان اچھائی اور برائی کی تمیز نہیں رکھتے جبکہ انسان کے نفس میں یہ علم اللہ تعالیٰ نے الہامی طور پر ودیعت کیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے؟ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے؟ یہ اضافی صلاحیت اللہ نے انسان میں بے مقصد پیدا نہیں کی۔ یعنی اب یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان حیوانوں کی طرح حلال اور حرام، اچھائی اور برائی کی تمیز کیے بغیر اپنے نفس کی ہر خواہش کو پورا کرے بلکہ اس اضافی صلاحیت اور شعور کی بناء پر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اب انسان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حرام، ناجائز، بدی اور برائی سے بچ کر زندگی گزارے، اپنے نفس کو تمام رذائل اور باطنی بیماریوں سے پاک کر کے بہترین انسانی خوبیوں کا مرقع بنائے۔ چنانچہ انسان کے نفس میں اچھائی اور برائی کا علم الہامی طور پر رکھ کر دراصل انسان کو آزمایا جا رہا ہے کہ وہ کیا کرتا ہے؟ اب اس آزمائش میں کامیاب وہی انسان ہوگا جس نے اپنے نفس کو ہر برائی سے پاک کر لیا۔

﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ⑩﴾ ''اور ناکام ہو گیا جس نے اسے مٹی میں دفن کر دیا۔''

حیوانوں کے نفس میں اچھائی اور برائی کا علم ودیعت نہیں ہے لہٰذا وہ نفس کی خاطر جیتے ہیں، نفس کی خواہش پر کھاتے ہیں، پیتے ہیں، نفسانی خواہشات پوری کرتے ہیں اور بالآخر مر کھپ جاتے ہیں۔ ان سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا، نہ وہ کسی بات کے مکلف ہیں۔ جبکہ انسان کا معاملہ مختلف ہے۔ انسان کے نفس میں اچھائی اور برائی کا علم ودیعت کر دیا گیا، نیز نبیوں اور رسولوں کے ذریعے اس کے لیے الہامی ہدایات بھی نازل کی گئیں اور نبی آخر الزمان آنحضور ﷺ کے ذریعے انسانی زندگی کے مکمل نظام (سیاسی، معاشی اور معاشرتی) کا عملی نمونہ بھی دکھا دیا گیا۔ یہ سب اہتمام و انتظام بے مقصد نہیں کیا گیا۔ یہ نہیں کہ انسان بھی جانوروں کی طرح کھائے، پیئے، نفسانی خواہشات پوری کرے اور پھر مر کھپ جائے اور بات ختم۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ سارا انتظام اسی لیے کیا گیا ہے کہ انسان سے اس کے ہر عمل کا حساب لیا جائے گا۔ مرنے کے بعد اسے اپنی پوری زندگی کا حساب دینا ہوگا۔ لہٰذا وہ شخص جس نے دنیا میں حیوانوں کی طرح صرف نفس کی خواہشات پر زندگی گزار دی۔ اچھائی اور برائی، حلال اور حرام کی تمیز بھی نہ کی اور توبہ کیے بغیر مر گیا تو وہ گویا اپنی اصل زندگی یعنی آخرت کی زندگی میں بدترین ناکام ہو گیا۔

اپنے نفس کو مٹی میں دفن کرنے سے مراد یہی ہے کہ جانوروں کی طرح نفسانی خواہشات پر جینا اور پھر مر کھپ جانا اور یہ سمجھنا کہ کوئی حساب نہیں ہوگا، کوئی نہیں پوچھے گا کہ دنیا میں اس نے کیا کیا ہے؟ یہ انسانیت نہیں بلکہ حیوانی سوچ ہے اور اس کا انجام انتہائی دردناک اور افسوسناک ہوگا۔

آج کے انسان کا سب سے بڑا المیہ یہی حیوانیت اور حیوانی سوچ ہے۔ آج پوری نوع انسانی انہی زمینی اور حیوانی خواہشات کی دلدل میں غرق ہو گئی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ پوری دنیا میں کہیں بھی آسمانی قانون کو نہیں مانا جا رہا۔ حتیٰ کہ 57 اسلامی ممالک میں سے کسی ایک میں بھی اللہ کا قانون نافذ نہیں ہے۔ گویا کہ پوری دنیا میں الہامی ہدایت کو نہیں مانا جا رہا بلکہ اس کی سراسر مخالفت کی جا رہی ہے اور کہیں اگر اللہ کے قانون کے نفاذ کی جدوجہد کی بھی جاتی ہے تو اسے عالمی طاقتیں مل کر کچل ڈالتی ہیں۔

دوسری طرف انسان کے نفس میں اللہ نے الہامی طور پر خیر و شر کی جو تمیز رکھی ہوئی ہے اس کو بھی انسان نے خود ساختہ تعلیم و تربیت سے بری طرح مسخ کر دیا ہے۔ گویا کہ انسان نے اپنی ابدی ناکامی اور بدترین انجام کا خود اپنے ہاتھوں سے اہتمام کر لیا ہے۔ جبکہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ انسان بری طرح دنیا کی آزمائش میں ناکام ہو تاکہ اس کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جائے۔ لہٰذا دنیا بھر میں این جی اوز اور عالمی طاقتوں کے ذریعے شیطانی ایجنڈے پر عمل درآمد جاری ہے۔ انسانی حقوق، عورتوں کی آزادی، عورتوں کے حقوق کے نام پر انسانیت کو حیوانیت کے راستے پر ڈالنے کا پورا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اس کا نتیجہ بے حیائی، فحاشی، بے راہ روی، قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور ظلم و استبداد کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ یورپ میں انسانوں کو مکمل طور پر حیوانیت کے راستے پر ڈال دیا گیا ہے، محض نفس کی خاطر جینا، نفس کی خاطر تمام معاملات اور دوسروں سے تعلقات قائم کرنا، نفس کی پیروی میں سب کچھ کرنا اور بالآخر مر جانا۔ تصور یہ بن گیا ہے کہ یہی زندگی ہے اس میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔ اور اب یہی حیوانی تصورِ زندگی یورپ اور امریکہ سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل رہا ہے اور اس کے جو تباہ کن نتائج سامنے آ رہے ہیں وہ بھی پوری دنیا کے سامنے ہیں۔

لہٰذا اس تباہی، بربادی اور ہمیشہ کی ناکامی سے بچنے کے لیے نفس کے تزکیے کی ضرورت ہے۔ یعنی انسان میں جو خیر کے رجحانات ہیں، اللہ نے الہامی طور پر اس کے نفس میں جو خیر اور شر کی پہچان رکھی ہے۔ انسان کسی کے اوپر اگر ناحق ظلم کرے، کسی کا مال غصب کرے گا تو اندر

**پریس ریلیز 11 نومبر 2016ء**

## انتہا پسند ٹرمپ کو صدر منتخب کر کے امریکیوں نے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا

## ہم نے اگر اللہ اور رسول ﷺ سے بے وفائی کا وطیرہ ترک نہ کیا تو ہمارا آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا

## اگر پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام رائج ہو جاتا تو امریکہ اور بھارت سمیت دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہرگز گزند نہ پہنچا سکتی

**حافظ عاکف سعید**

انتہا پسند ٹرمپ کو صدر منتخب کر کے امریکیوں نے اخلاقی دیوالیہ پن کا ثبوت دیا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ یقیناً ایک سپر پاور ہے لیکن تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ہر سپر پاور کے زوال کا آغاز اخلاقی زوال سے ہوا۔ امریکیوں نے ٹرمپ کو صدر منتخب کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ اخلاقی لحاظ سے تہی دامن ہو چکے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ ہیلری کلنٹن بھی کسی صورت میں مسلمانوں کی دوست اور ہمدرد نہ ہوتی بلکہ بدترین دشمنی کا مظاہرہ کرتی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ٹرمپ اس حوالہ سے تمام حدود پار کر جائے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں سوچنا ہوگا کہ عالم اسلام کی بھلائی کس طرح ممکن ہے اور پاکستان کو کیسے محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے بغیر جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت نہیں کی جا سکتی۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اللہ اور رسول ﷺ سے بے وفائی کا وطیرہ ترک نہ کیا تو حالات بتاتے ہیں کہ ہمارا آزاد قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا ممکن نہ ہوگا۔ ابھی وقت ہے اور پانی سر سے نہیں گزرا، ہم دین کی طرف رجوع کریں، انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کریں اور اُس نعرہ کی تکمیل کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دیں جو تحریک پاکستان کے وقت ہمارا نعرہ تھا۔ اگر پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام رائج ہو جاتا تو امریکہ اور بھارت سمیت دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ہرگز گزند نہ پہنچا سکتی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سے اس کا ضمیر ملامت ضرور کرے گا۔ نفس انسانی کی اسی خصوصیت کی وجہ سے سورۃ القیامہ کی آیت 2 میں اسے نفس لوامہ (ملامت کرنے والا نفس) کا نام دیا گیا ہے۔ پھر انسان کی تفصیلی راہنمائی کے لیے نبیوں اور رسولوں کو بھی بھیجا گیا اور اس اعتبار سے کامل ترین راہنمائی اللہ کا وہ دین ہے جو حضور نبی اکرم ﷺ پر نازل ہوا اور وہ مکمل دین ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے دونوں شعبوں میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس دین کی راہنمائی میں انسان کے نفس میں خیر کے جو رجحانات پائے جاتے ہیں ان کو مزید پروان چڑھایا جائے اور شر کے رجحانات کو روکا جائے۔ یہی نفس کو پاک کرنا ہے یعنی نفس کا تزکیہ ہے اور یہ انتہائی ضروری ہے اس لیے کہ:

﴿اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ﴾ ''یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے'' (یوسف:53)

یعنی اس نفس کی بھی مختلف جہتیں ہیں۔ ایک جہت یہ ہے کہ یہ نفس امارہ ہے۔ یعنی انسانی نفس کے اندر وہ حیوانی تقاضے سارے موجود ہیں جو اسے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اسی بناء پر انسان سرکشی بھی کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے مجھے یہ بھی مل جائے، وہ بھی مل جائے، دوسرے جائیں بھاڑ میں، یعنی خودغرضی اس کے اندر موجود ہے۔

گویا ایک طرف انسان کا نفس اسے مکمل طور پر سرکشی، بغاوت اور برائی کی طرف دھکیل رہا ہے، حالانکہ اس کا ضمیر اسے ملامت کر رہا ہوتا ہے کہ یہ غلط ہے، یہ ناجائز ہے، یہ حرام ہے لیکن اس کے باوجود بھی انسان کا حیوانی وجود اسے سرکشی پر اُبھارتا ہے اور دوسری طرف انسان میں جو خیر کے رجحانات ہیں، لوگوں سے ہمدردی، ایثار، نیکی اور فلاح کے دیگر کام جن کے بارے میں انسان کو علم ہے کہ یہ خیر کے کام ہیں لیکن اس کا من اس طرف مائل نہیں ہوتا۔

یعنی انسان کے لیے اس دنیا میں زندگی گزارنا ایک بہت بڑی آزمائش ہے اور اس آزمائش میں کامیاب وہی ٹھہرے گا جس نے اپنا تزکیہ کر لیا۔ ہم سورۃ الاعلیٰ میں پڑھ چکے ہیں۔

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾﴾ ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے خود کو پاک کر لیا۔''

چنانچہ تزکیۂ نفس کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ ہمارے سامنے خود نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے جو سب سے بڑے مزکی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے اس بات کو نمایاں کیا گیا کہ آپ کو جو مشن دیا گیا اس میں سب سے اہم کام ان لوگوں کا تزکیہ کرنا تھا جو ایمان لے آئے تھے۔ ﴿هُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَکِّیۡهِمۡ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭﴾ (الجمعہ:2) ''وہی تو ہے جس نے اٹھایا اُمیین میں ایک رسول ان ہی میں سے، جو ان کو پڑھ کر سناتا ہے اُس کی آیات اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں تعلیم دیتا ہے کتاب و حکمت کی۔''

یہ آپؐ کی مستقل ذمہ داری تھی اور یہی سب سے اہم کام تھا کیونکہ اسلام لانے کا مقصد تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب اپنے نفس کو ہر برائی سے پاک کر لیا جائے۔ تب ہی سلامتی اور فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس خوبصورتی کے ساتھ تزکیہ کیا تھا وہ ہمارے لیے نمونہ ہے۔ یعنی ہر شخص کی فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا تزکیہ کرنا۔ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ آپؐ کو اندازہ تھا کہ اس کے ساتھ اصل مسئلہ کیا ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: لاتغضب۔ یعنی غصہ نہ کیا کرو۔ اس نے پھر پوچھا: کچھ اور نصیحت؟ آپؐ نے فرمایا: لاتغضب۔ اس نے تیسری مرتبہ پوچھا تو آپؐ نے پھر فرمایا: ''لاتغضب''۔ یعنی تمہارا اصل مرض غصہ ہے اس کو کنٹرول کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔ اسی طرح ہر شخص کا اپنا نفسانی مسئلہ ہوتا ہے۔ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے اندر تو بہت سی برائیاں ہیں، میں شراب بھی پیتا ہوں، چوری بھی کرتا ہوں، زنا بھی کرتا ہوں، جھوٹ بھی بولتا ہوں۔ سب برائیوں کو میں نہیں چھوڑ سکتا، کوئی ایک بتائیے جسے میں چھوڑ دوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''جھوٹ بولنا چھوڑ دو''۔ اس نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا اور کچھ عرصے کے بعد آیا تو اس نے کہا کہ ایک جھوٹ چھوڑنے کی وجہ سے مجھ سے باقی برائیاں بھی چھوٹ گئیں۔ اس لیے کہ جب میں دوسرا کوئی برا کام کرنے لگتا تھا تو مجھے خیال آتا تھا کہ میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا۔ کوئی پوچھے گا تو میں کیا کہوں گا۔ تو میں اس کام سے رک جاتا تھا۔ اس طرح ایک ایک کر کے چاروں برائیاں چھوٹ گئیں۔

اس وقت دنیا کی تہذیب انسان کو شر کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کو بس یہی سبق پڑھا رہی ہے کہ یہی زندگی ہے اس میں جو کچھ بھی کرنا ہے کر لو۔ یہی دجالی دور ہے۔ دوسری طرف انسان کے اندر حیوانی نفس بھی اس کو برائی کی طرف لے جا رہا ہے۔ ان حالات میں اگر انسان اپنے ضمیر کی آواز پر بھی کان نہ دھرے، مسلسل کچلتا رہے تو ایک دن اس کا ضمیر مر جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے: ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ وَ عَلٰی سَمۡعِهِمۡ ؕ﴾ ''اللہ نے مہر کر دی ہے اُن کے دلوں پر اور اُن کے کانوں پر۔'' ﴿وَ عَلٰۤی اَبۡصَارِهِمۡ غِشَاوَۃٌ ۫﴾ ''اور ان کی آنکھوں کے سامنے پردہ پڑ چکا ہے'' ﴿وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ٪﴾ ''اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

اسی دردناک اور بھیانک انجام کی ایک جھلک یہاں بھی دکھلائی جا رہی ہے۔

﴿کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ بِطَغۡوٰىهَاۤ ﴿۪ۖ۱۱﴾﴾ ''قومِ ثمود نے بھی جھٹلایا تھا اپنی سرکشی کے باعث۔''

اگر کسی قوم کا اجتماعی ضمیر مردہ ہو جائے اور اس کی اخلاقی حس بحیثیت مجموعی اس قدر کمزور ہو جائے کہ اس کے ماحول میں برائی کو برائی کہنے والا بھی کوئی نہ رہے تو ایسی قوم اپنے زندہ رہنے کا جواز کھو دیتی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں اسی اجتماعی بے حسی کی تصویر پیش کی ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

قوم ثمود کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے واضح نشانیوں کے ساتھ حضرت صالحؑ کو بھیجا لیکن قوم ثمود نے نہ تو اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرے اور نہ ہی اللہ کے نبی کی کوششوں کے باوجود اپنی اصلاح و تزکیہ کے راستے پر آئے بلکہ سرکشی میں مزید اس قدر بڑھ گئے کہ اللہ کے رسول کو ہی ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک معجزہ دکھاؤ کہ سامنے پہاڑ سے ایک زندہ اونٹنی برآمد ہو تو ہم مان لیں گے کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ حضرت صالحؑ نے دعا کی تو اللہ نے وہ معجزہ دکھا دیا اور وہ اونٹنی ہر اعتبار سے معجزہ تھی۔ لیکن اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے باوجود بھی قوم نے بات نہیں مانی، بلکہ کفر پر اڑی رہی۔

﴿اِذِ انۡۢبَعَثَ اَشۡقٰهَا ﴿۪ۙ۱۲﴾﴾ ''جب اُٹھ کھڑا ہوا ان کا سب سے شقی انسان۔''

چونکہ آخری اتمام حجت کے بعد ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا لہٰذا اب وہی اونٹنی ان کے لیے سخت وبال بن گئی تھی۔ اس کا قد و قامت بھی غیر معمولی تھا۔ وہ جب کھاتی تھی پورا کھیت چر جاتی تھی اور جب پانی پیتی تھی تو پورے کنویں کا پانی پی جاتی ہے۔ اس بناء پر اب قوم ثمود اس اونٹنی کی دشمن ہو گئی۔ ان میں سے ایک بدبخت شخص قیدار بن صالح تھا جس نے مشورہ (باقی صفحہ 10 پر)

# یومِ تفکر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

اسلام آباد سانس روکے سر پر لٹکتی جمہوری جنگ کی تلوار کی دھار دیکھ رہا تھا۔ وزارت خزانہ کو 46 کروڑ 82 لاکھ 40 ہزار روپے جاری کرنے کی سمری جا چکی تھی۔ آنسو گیس گولے، ربڑ گولیاں، ڈنڈے و دیگر فساد کنٹرول آلات کا ذخیرہ تیار تھا۔ دوسرے صوبوں سے 25 ہزار پولیس فورس کی نفری مانگی جا چکی تھی۔ خصوصی انسداد فسادِ باہمی کی تربیت بھی دی گئی۔ تحریک انصاف کی سطح پر بھی پانی کی طرح پیسہ بہا۔ جمہوریت کا حد درجے مہنگا کھیل ہیلری اور ٹرمپ تو کھیل سکتے ہیں۔ خطِ غربت کے نیچے بیٹھی آدھی قوم ایسے کھیلوں کی متحمل کیونکر ہو سکتی ہے؟ بھلا ہو سپریم کورٹ کا...... بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ وہ جو یوم ملامت وندامت بن جاتا، یوم تشکر میں فوراً، بلا تاخیر و تامل، بلا مشورہ ہی ڈھل گیا۔ کارکن، اتحادی، حواری منہ تکتے رہ گئے۔ حالانکہ وجہ، کہانی تو مختصر ہی تھی۔ یعنی : لائے امپائر، آئے، کورٹ لے چلی، چلے...... اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے! کارکنوں نے جو ناچ گا بجا کر غم غلط کرنا تھا سو کر لیا۔ قوم سستے میں چھوٹ گئی۔ ورنہ لہولہان ہوتی کنٹرول لائن کی آبادی، 22 سویلین جاں بحق اور 58 شدید زخمی ہو چکے۔ 801 سیز فائر کی خلاف ورزیاں لائن آف کنٹرول پر اور 45 ورکنگ باؤنڈری پر ہو چکیں۔ 2 نومبر، یوم تشکر تک کے نقصانات یہ تھے اور ادھر حکومت اور عمران خان سینگ پھنسائے یوں کھڑے تھے کہ نکلنے کی بظاہر کوئی راہ نہ تھی۔

تاہم یوم تشکر کے ساتھ ساتھ قوم کے سنجیدہ ہوش گوش رکھنے والے طبقے کے لیے یہ یوم تفکر بھی ہے۔ لاکھوں کا موعودہ سونامی تو نہ آ سکا۔ تاہم ہر دھرنا قوم کے حق میں سونامی ہی ہوتا ہے۔ سونامی اصلاً تو طوفانِ نوحؑ کا حوالہ ہے۔ جیسے حالیہ تاریخ میں بحر ہند سونامی 2004ء میں انڈونیشیا کے ساحلوں سے ٹکراتا دیکھا جا سکتا ہے...... اور بحرالکاہل میں سونامی جاپان کو تباہی سے دوچار کرتا 2011ء کا دیکھا جا سکتا ہے۔ (ڈارون زدگان سے معذرت کے ساتھ) قہرِ الٰہی کا استعارہ سونامی سر کی آنکھوں سے انڈونیشیا کی ایک ویڈیو میں دیکھ لیں تو گنگ ہو کر رہ جائیں۔ یہ لفظ کوئی بھی ذی شعور زبان سے نکالنے سے پہلے ہزار بار سوچے گا۔ خس وخاشاک کی طرح گاڑیوں، بحری جہازوں، عمارتوں کو بہالے جاتی طوفانی لہریں۔ پیچھے کچرا چھوڑتی، انسانی لاشوں کے ڈھیر چھوڑتی خون آشام لہریں! ہمارے ہاں دھرنا نامی سونامی نے تہذیب، اقدار کو تو کم از کم کچرا بنا کر چھوڑا۔ معیشت پر اثرات بھی کچھ کم تباہ کن نہیں۔ مالی کرپشن سے نمٹنے کا جذبہ سر آنکھوں پر، تاہم اخلاقی کرپشن، نوجوان نسل کو مخلوط دھرنوں کے ہاتھوں جس کا سامنا ہے کچھ کم اذیت ناک نہیں۔ موسیقی پر تھرکتی نوجوان لڑکیاں، لڑکے رات گئے تک، مہذب شریف گھرانوں کے لیے بہر طور دل خوش کن (نرم سے نرم الفاظ میں) نہیں ہو سکتے۔

اسلام کا حوالہ تو ہم دے ہی نہیں رہے۔ اس لیے کہ اسلام کے حوالے سے یہ یکسر اجنبی تہذیب ہے۔ عمران خان نے علی امین گنڈا پور کو مجاہد قرار دیا۔ شراب کی بوتل در بغل مجاہد......؟ اب پاکستان میں ایسے ہی مجاہدین کا بول بالا ہے۔ کوکین، شراب اور سگاری مجاہدین اور پھر ایسے ہی شہداء! سلمان احمد، اسلام اور قرآن کے خلاف ہرزہ سرائی کی شہرت کے حامل، ان دھرنوں کے روحِ رواں ہیں۔ سو یقیناً یہ سونامی سے کم کیا ہے اس پاکستان کے لیے جس کے خواب کو 9 نومبر والے علامہ اقبال نے خطاب بہ نوجوانانِ اسلام میں رقم کیا ہے۔ سونامی کا حوالہ آج یوں بھی کہ کشتیِ نوحؑ والے آج اتنے ہی گردن زدنی ہیں اپنی قوم کے نزدیک جتنے تاریخ کی پہلی سونامی کے دور میں تھے۔ پسر اقبال، ولید اقبال بھی خاتون کی بانہوں میں بانہیں دیئے اقبال کے خوابوں کو سونامی تعبیر دے رہے ہیں۔ گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان والے اشعار کے خالق، پاکستانی نوجوانوں کے لیے جو وژن رکھتے تھے آج پاکستان کے طول وعرض میں اس کے اڑتے چیتھڑے ایک طوفانِ بدتمیزی کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔

سوفٹ امیج کے شوق میں (رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن!) مس ویٹ (Veet) پاکستان 2016ء میں کم عمر پاکستانی بچیوں کو آرٹ اور کلچر کے نام پر بے وقعت ہوتے بھی دیکھ لیجیے۔ کہاں وہ تاریخ یاد دلانے والا مصور پاکستان...... مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری...... اور کہاں اب حسن، جوانی، ناز و انداز، پرکشش ہونے کی بنیاد پر منتخب کی جاتی لڑکیاں جو مغرب تک ہمارے سوفٹ امیج کی دھوم مچا دیں۔ تم مسلماں ہو یہ اندازِ مسلمانی ہے؟ مسئلہ عمران خان، دھرنے کی سیاست تک محدود نہیں ہے۔ پاکستان کو نظریے سے محروم کر کے ایک بدصورت، بدقماش، ہیجڑا نما بنا دینے کی سازش جس طرح زندگی کے ہر دائرے میں سرایت کر گئی ہے اس سے نہ کوئی سیاسی جماعت محفوظ ہے، نہ تعلیمی ادارے اور ان کے نصاب، نہ معاشرت۔ اپنی شناخت، اپنی اقدار، اپنی تاریخ سے محرومی سے بڑا المیہ بھی کوئی ہو سکتا ہے۔ 1947ء میں اگر آج کے پاکستان کے مذکورہ بالا مناظر ہجرت کرنے والوں، جانیں قربان کرنے، بیٹیوں کی عصمتیں بچانے کو کنوؤں میں دھکے دینے والے باپوں کو دکھا دیئے جاتے تو وہ متحدہ ہندوستان میں ہی رہ کر زندگی بسر کرنے کو ترجیح دیتے۔ کرسی پر لڑتے جھگڑتے دیوانوں کی خاطر اتنی جانوں کی قربانی؟ جس تشخص کے تحفظ کے لیے خون کے دریا عبور کیے تھے وہ آج ہیلووین کی بد ہیئت، بدصورت بلائیں بن کر ناچنے میں تفاخر کے جھولے جھول رہا ہے! نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو! اور یہ بھی کہ...... بیچ کھاتے ہیں جو اسلام کے مدفن تم ہو! 9 نومبر کو کلام اقبال، پیام اقبال بھلا کر ہم رسمیات کے بندے مزار اقبال پر چاق و چوبند تازہ دم گارڈ لگائیں گے۔ (کہیں یہ قدامت پرست بابا نکل نہ پڑے!) ہمیں آخر برا بھلا بھی تو بہت کہا تھا!

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود!

اس وقت تو مرزا غلام احمد قادیانی کے فتوے پر ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کے عنوان سے ابلیسی مشیر کے حوالے سے یہ تبصرہ کیا تھا۔ ہے جہاد اس دور میں مرد مسلماں پر حرام۔ اب تو چہار جانب سے یہی ابلیسی حکم نامہ جاری ہے۔ کفر کے مقابل ہمیں اب ملالائیں اور مس ویٹ پیش کرنی ہیں...... تاہم ذرا ایک نظر اپنے محبّ گورے کو بھی دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ وہ جو کل تھا سو آج ہے۔ یہ کہانی مغرب کے تہذیبی مرکز گردانے جانے والے خوشبوؤں

سے معطر ملک فرانس کی ہے۔ الجزائر کی تحریک آزادی کو کچلتے فرانس (1849ء) نے مسلم کمانڈروں کو شہید کر کے، ان کے سر کاٹ کر الجزائر کے بازاروں میں گھمائے تھے تا کہ لوگ خوفزدہ ہو کر کفر کے خلاف مزاحمت (دہشت گردی) سے باز آجائیں۔ ہزاروں مجاہدین کی کھوپڑیوں کی دیواریں کھڑی کر دی تھیں جو تادیر الجزائر میں موجود رہیں۔ پھر فرنچ ذمہ دار نے انہی میں سے اہم کمانڈروں کے سر محفوظ کر کے اپنی حکومت کو بطور تحفہ ارسال کیے تھے۔ یہ اپنے علاقوں کے بڑے مذہبی خاندانوں کے چشم و چراغ، علماء اور سر کردہ افراد تھے۔ یاد رہے کہ 1789ء میں انقلاب فرانس کے بعد مغربی جمہوریت، سیکولرازم، لبرل ازم، شاندار مغربی تہذیب پیدا ہو کر پل بڑھ کر جوان ہو چکی تھی۔ جس کے گن گاتے ہمارے ہاں کے سیکولر، دین پسند طبقے پر چاند ماری کرتے ہیں۔ ہاں تو اس مہذب، تہذیب کے گہوارے فرانس کے میوزیم میں آج بھی ان 36 شہداء کی کھوپڑیاں محفوظ رکھی ہیں! الجزائر میں شہداء فاؤنڈیشن نے سروں کی واپسی کی مہم چلا رکھی ہے۔ یہ ہے علماء اور کفر کے آگے غلامی میں سر نہ جھکانے والوں کی سزا کل بھی اور آج بھی!

المیہ یہ ہے کہ آج ہر مسلمان ملک میں اس طبقے سے نمٹنے کو مقامی مسلمان گماشتے شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار موجود ہیں۔ السیسی اور بشارالاسد کی داستان سامنے ہے۔ مولوی کو گالی بنا کر نسلوں میں تحقیر اتار دی...... کیونکہ مغربی سامراج کو ناکوں چنے چبوانے والا یہ مولوی ہی تھا! ہم احمق غلام بنے معدودے چند عبدالقوی نما افسوسناک، المناک نمونے سجا کر ان پر چاند ماری کرتے تھوکتے رہتے ہیں۔ ویسے ذرا سوچیے دھرنے کے ان مناظر میں اگر یہ نوجوان ڈاڑھی والے باشرع ہوتے اور دونوں دھرنوں میں وہ سب کچھ جو سونامیوں نے کیا اگر اہل دین کرتے تو نہ صرف پاکستان، دنیا بھر میں ہاہا کار مچ جاتی۔ گن شپ ہیلی کاپٹر، ڈرون آجاتے۔ آج ہلہ شیری دلاتا امریکہ...... اسے عوام کا جمہوری حق قرار دیتا...... کیا کچھ نہ کر گزرتا! جس قوم نے اپنے دوست دشمن کی پہچان کے لیے نہ قرآن پڑھا نہ تاریخ پڑھی نہ اقبال پڑھا...... اسے صرف سپرد دعا ہی کیا جاسکتا ہے۔

الٰہی خیر میرے آشیاں کی
زمیں پر ہیں نگاہیں آسماں کی

## قندِ مکرر

# اغراضِ دنیوی کو چھوڑ کر اس کام میں چلنا ہے

یہ تحریر تنظیم اسلامی کے مرحوم و مغفور ساتھی انجینئر حافظ نوید احمد کی ہے، جو انہوں نے چار سال قبل سالانہ اجتماع کے موقع پر تنظیمی رفقاء کو متحرک کرنے کے حوالے سے لکھی تھی۔ سالانہ اجتماع 2016ء کے موقع پر اس کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر قندِ مکرر کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

بفضلہ تعالیٰ قافلۂ تنظیم اسلامی اپنے سفر کے 37 برس مکمل کر چکا ہے۔ اتنے برس ایک ایسے قافلہ کا، جس کے مسافروں کے پیشِ نظر کوئی دنیوی مفاد نہ ہو، تسلسل کے ساتھ بغیر کسی بحران و انتشار کے سفر جاری رکھنا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا مظہر ہے۔ پھر وہ قافلہ جس نے محض 62 سعادت مندوں کے ساتھ آغاز سفر کیا تھا، اب سات ہزار (موجودہ گیارہ ہزار) سے زائد ہمراہیوں پر مشتمل ہے۔ پاکستان کے تقریباً ہر نمایاں شہر میں اِس قافلہ کے شریک ایک سو سے زائد مقامی تنظیم کی صورت میں منظم ہیں۔ ہر رفیق تنظیم کو اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ جس کی توفیق سے یہ پیش رفت ممکن ہوئی اور قافلہ کے اوّلین رہبر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے لیے بخشش و اجر عظیم کی دعا کرنی چاہیے جن کی دردمندانہ پکار پر یہ انقلابی سفر شروع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے مختلف فکری زاویوں سے فرائضِ دینی کی ادائیگی کے لیے ایسے پختہ دلائل دیے جو جواز سفر بنتے چلے گئے اور قیام کی ہر دلیل کو رد کرتے چلے گئے۔

تری رہبری کا یہ فیض ہے، قدم اہل شوق کے بڑھتے گئے
تو نے وہ جواز سفر دیا کہ نہ کوئی دلیل قیام ہے

البتہ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ابھی تک تنظیم اسلامی ایسے مؤثر پریشر گروپ کی صورت اختیار نہیں کر سکی جو نہی عن المنکر بالید کے مرحلہ میں داخل ہو سکے اور نظام باطل کو چیلنج کر سکے۔ نظام باطل کے زیر اثر دجالی فتنہ مزید سے مزید پھیل رہا ہے اور اِس کا تدارک کرنے والی کوششیں بے بسی اور کمزوری کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔ صورت حال کی اِس خرابی کے کئی خارجی عوامل بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہمیں سب سے پہلے اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ اپنے گریبان میں جھانکنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ رفقائے تنظیم کی تعداد تو سات ہزار سے تجاوز کر گئی ہے لیکن اُن میں ایک بڑی تعداد ایسے ساتھیوں کی ہے جو بے ذوق نہ بھی ہوں لیکن کم کوش ضرور ہیں۔ بڑے مبارک جذبات کے ساتھ دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے قافلہ تنظیم میں شامل تو ہو گئے ہیں لیکن استقامت کے ساتھ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے سے عاجز ہیں۔ اُن میں جذبات کو لٹریچر کے مطالعہ سے فکری پختگی میں تبدیل کرنے کا ذوق و شوق کم نظر آتا ہے۔ اِس اعتبار سے ہر رفیق تنظیم کو اپنی کیفیت کا جائزہ لینا چاہیے کہ آیا اُس کی نماز و قربانی اور اُس کا جینا و مرنا اللہ کے لیے ہے یا نہیں۔ یہ جائزہ لینا تو رفقائے تنظیم کے مطلوبہ دس اوصاف میں سے ایک وصف ہے۔ باقی نو مطلوبہ اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کی ابتدا بھی اِسی جائزہ سے ہوگی۔

اس میں کوئی شک نہیں حق و باطل کی کشمکش کے حوالے سے صورت حال اہل حق کے لیے مایوس کن اور حوصلہ شکن ہے، تاہم مایوسی کے اِن اندھیاروں میں امید کی تین کرنیں حوصلہ بخش ہیں:

i- ایک فعال رفیق کے لیے اُس کی مالی و جانی قربانیاں کیونکہ محاسبۂ اخروی انفرادی طور پر ہوگا اور اُس نازک مرحلے پر وہ کہہ سکے گا کہ اے اللہ! میں نے تو دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے وہ سب کچھ کیا جو میں کر سکتا تھا۔ اللہ نے اجر و ثواب بھی انسان کی کاوشوں پر دینا ہے نہ کہ دنیا میں ان کاوشوں کے نتائج پر۔

ii- ہر فعال ساتھی، دوسرے ساتھیوں کے لیے حوصلہ افزائی کا باعث بنتا ہے۔ اُس کے ایثار و قربانی سے دوسروں کو بھی قربانیاں دینے کی ترغیب ہوتی ہے اور نیکیوں میں مسابقت کی ایک پاکیزہ فضا قائم ہوتی ہے۔

iii- افغانستان میں طالبان کا ایمان و یقین اور جرأت و بہادری کا طرز عمل کہ جس نے وقت کی سپریم پاور ہونے

کا دعویٰ کرنے والی ریاست کے غرور و تکبر کو خاک میں ملا دیا ۔ نہ صرف اُس کے رعونت آمیز مطالبات کے سامنے سر جھکانے سے انکار کیا بلکہ اُس کی ٹیکنالوجی اور بے پناہ وسائل کا مقابلہ اللہ پر توکل و بھروسا کے ساتھ اِس طرح دیوانہ وار کیا کہ مادہ پرستی کے اِس دور میں چشمِ اقوامِ عالم نے دیکھ لیا:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (البقرہ:249)

’’کتنی ہی بار ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی جماعت غالب آ گئی بڑی جماعت پر اللہ کی توفیق سے۔‘‘

البتہ مایوسیوں کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں امید کی یہ کرنیں صرف اُن ساتھیوں کے لیے ہیں جو دینی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے اپنی امکانی حد تک کوشش کر رہے ہیں۔ وہ ساتھی جو بغیر کسی حقیقی عذر کے کم کوش یا غیر فعال ہیں اُنہیں سوچنا چاہیے کہ:

i- اللہ نے اُن پر کتنا بڑا احسان کیا کہ اُنہیں قرآن و سنت کی روشنی میں فرائضِ دینی کے ایسے تصور کا فہم دیا جو قرآن و سنت کی واضح تعلیمات پر مبنی ہے۔ پھر توفیق عطا فرمائی کہ اِن فرائض کی ادائیگی کے لیے جماعت میں شامل ہو جائیں۔ اب غیر فعال اور کم کوش ہونا کہیں اللہ کے احسانات کی ناشکری تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر سورۃ ابراہیم آیت 7 میں وارد ہونے والا یہ ارشاد لرزا دینے والا ہے کہ:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ ﴾

’’اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو بے شک میرا عذاب انتہائی سخت ہے۔‘‘

ii- کم کوش ساتھی فرائضِ دینی کی ادائیگی میں کوتاہی کر کے نہ صرف خود گناہ کرتا ہے بلکہ جماعت کے دوسروں ساتھیوں کو بھی مایوس کرتا ہے اور اُن کی حوصلہ شکنی کا مرتکب ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم جماعت میں آئے تو اجر و ثواب کے حصول کے لیے تھے لیکن اجر کے بجائے اپنی کوتاہی اور دوسروں کی حوصلہ شکنی کا وبال سمیٹ رہے ہوں۔

iii- فرائضِ دینی کی ادائیگی میں مسلسل کوتاہی ایک بہت بڑی محرومی کا سبب بھی بن سکتی جس سے مندرجہ ذیل آیات میں خبردار کیا گیا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾ (الانفال:24)

’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! لبیک کہو اللہ اور اُس کے رسول کی پکار پر جبکہ وہ اللہ تمہیں پکارے تاکہ اِس کے ذریعے سے وہ تمہیں زندگی دے (پاکیزہ)۔‘‘ جان لو کہ اللہ حائل ہو جایا کرتا ہے بندے اور اُس کے دل کے درمیان اور اُسی کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔‘‘

﴿ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ (محمد:38)

’’اور اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو اور اگر تم نے پیٹھ دکھائی تو وہ بدل کرلے آئے گا تمہارے سوا کسی اور قوم کو اور وہ تمہاری طرح نہیں ہو گی۔‘‘

اگر آج ہم نے اپنی کم کوشی اور غیر فعالیت کی روش کو ترک نہ کیا اور دنیا داری میں کھو کر غفلت کا مظاہرہ کرتے رہے تو عنقریب موت کی کیفیت آنے والی ہے۔ اُس وقت غافل انسان التجا کرے گا

﴿ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ...... ﴾ (المنافقون:10)

’’اے میرے پروردگار! مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہیں دے دیتا کہ میں صدقہ کرلوں اور ہو جاؤں بالکل نیک۔‘‘

اُس وقت کی پشیمانی مفید نہ ہو گی اِس لیے کہ اللہ کی سنت یہ ہے کہ

﴿ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ﴾ (المنافقون:11)

’’اور اللہ ہر گز مہلت نہیں دیتا اُسے جس کی موت کا وقت آجاتا ہے‘‘۔

پھر ایسا بدنصیب انسان روزِ قیامت فریاد کرے گا۔

﴿ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴾ (الفجر:24)

’’ہائے میری خرابی! کاش میں نے اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیجا ہوتا۔‘‘

روزِ قیامت کی یہ فریاد کسی کام نہ آئے گی۔ اِس سے پہلے کہ ہماری موت آئے یا اللہ کی طرف سے ہماری محرومی کا فیصلہ ہو جائے، ہمیں اللہ سے اپنی سابقہ کوتاہیوں پر گڑ گڑا کر معافی مانگنی چاہیے اور یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم آئندہ پورے جوش و جذبہ کے ساتھ دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے امکانی حد تک مال و جان کی قربانی پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

☆☆☆

## بقیہ: منبر و محراب

دیا کہ اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالو۔

﴿ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ⑬ ﴾ ’’تو اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ (خبردار!) یہ اللہ کی اونٹنی ہے اور یہ اس کے پانی پینے کا دن ہے۔‘‘

حضرت صالح ؑ نے اللہ کے حکم سے اس اونٹنی کے پانی پینے کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا تھا اور ساتھ اللہ کے حکم سے وارننگ بھی دی تھی کہ اگر اس اونٹنی کو چھیڑو گے، تنگ کرو گے یا کوئی گزند پہنچاؤ گے تو پھر اللہ کا عذاب آجائے گا۔

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۠ ﴾ ’’تو انہوں نے اُس کو جھٹلا دیا اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔‘‘

لیکن قومِ ثمود نے اصلاح و تزکیہ کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے تمام الہامی احکامات کو جھٹلا دیا اور قیدار بن صالح نے اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں۔

﴿ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ⑭ ﴾ ’’تو الٹ دیا ان پر عذاب ان کے رب نے ان کے گناہ کی پاداش میں اور سب کو برابر کر دیا۔‘‘

ان کے جرمِ عظیم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عذابِ استیصال نازل فرمایا اور پوری قوم کو ایک ساتھ پیوندِ خاک کر دیا۔

﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ⑮ ﴾ ’’اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔‘‘

اسے کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی اپنی اصلاح کرے یا سرکشی کا راستہ اختیار کرے۔ نہ کوئی اس سے پوچھنے والا ہے کہ پوری قوم کو کیوں ہلاک کر دیا؟ وہ پوری کائنات کا مالک اور خالق ہے، وہ جو چاہے کرے۔ اس نے اس پوری قوم کو ختم کر دیا اور ان کی جگہ دوسری قوم کو لے آیا۔ چنانچہ اگر کوئی فرد اپنا تزکیۂ نفس کرلے گا تو وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور اگر کوئی قوم اپنی اصلاح کر لے گی تو اپنی ہی بقا کا اہتمام کرے گی۔

چنانچہ اس میں پیغام ہے ان لوگوں کے لیے جو دنیا میں فرعون اور نمرود بنے ہوئے ہیں۔ سرکشی اور بغاوت میں اس قدر حد سے بڑھے ہوئے ہیں کہ نہ اپنے ضمیر کی آواز پر کان دھرتے ہیں اور نہ الہامی ہدایات کو مانتے ہیں۔ ان کے لیے یہ پیغام ہے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے اور اس میں کامیاب وہی ہو گا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا۔ لہٰذا ہر شخص کو اس میں اپنی فکر کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی انداز سے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

سالانہ اجتماع 2016ء کے موقع پر

# امیر تنظیم اسلامی کا پیغام ......رفقاءِ تنظیم اسلامی کے نام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ

محترم رفقائے تنظیم اسلامی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ خبر آپ کے لیے یقیناً موجب مسرت ہوگی کہ امسال تنظیم اسلامی کا کل پاکستان اجتماع لگ بھگ ڈیڑھ سال کے وقفے سے، ان شاء اللہ العزیز بہاولپور میں تنظیم کی مرکزی اجتماع گاہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ قبل ازیں اپریل 2015ء میں سالانہ اجتماع اسی مقام پر منعقد ہوا تھا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اجتماع کے انعقاد میں کوئی بڑی رکاوٹ نہیں آئے گی۔ لہٰذا تمام رفقاء گرامی سے میری درخواست ہے کہ وہ اس میں شرکت کے لیے بھرپور ذہنی وعملی تیاری کا آغاز کر دیں۔

سالانہ اجتماع تنظیموں اور جماعتوں کی زندگی میں ایک خصوصی مقام واہمیت رکھتا ہے۔ ملک کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے رفقاء واحباب کا مل بیٹھنا اور اپنی زندگی کے لیے جس نصب العین اور مقصد کو انھوں نے اختیار کیا اس کی یاددہانی کے لیے اپنے اس فکری سبق کو تازہ کرنا ساتھیوں کے لیے بادِ صبا کے خوشگوار جھونکے سے کم نہیں۔ ربِ رحیم کی رضا اور آخرت کی فلاح کے حصول کے طلب گار ہم مقصد لوگوں کا یہ اجتماع اپنے اندر ایک خاص دینی وروحانی تاثیر رکھتا ہے جسے ضبطِ تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ یہ سالانہ اجتماع بھی ہمارے لیے اپنے تحریکی سبق کے اعادہ اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گا۔ ان شاء اللہ

☆ رفقائے محترم ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمارا مقصدِ حیات اور نصب العین صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی فلاح کا حصول ہے۔ جس کے نتیجے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جہنم سے نجات اور جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔ **وَذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ**

☆ یاد رہے کہ ہماری اجتماعی جدوجہد کا دنیوی ہدف اور مقصود، اللہ تعالیٰ کے دین کو بتمام وکمال ایک مکمل نظامِ زندگی کی شکل میں نافذ کرنا ہے اور یہ یقیناً ایک انقلابی ہدف ہے۔ اس ہدف کے حصول کے لیے ہمیں اپنے اندر ”حزب اللہ“ کے اوصاف پیدا کرنے ہوں گے، ایک منظم اجتماعی زندگی اختیار کرنا ہوگی، اپنا تن من دھن لگانا ہوگا، اور اس راہ میں جان قربان کرنے کے جذبے کے ساتھ ہر دم آمادہ عمل ہونا ہوگا۔

☆ ہماری دعوت کا بنیادی ذریعہ قرآن مجید ہے۔ احادیث وسنت رسول ﷺ اسی کی تفسیر ہیں۔ قرآن حکیم کے ہمہ گیر پیغام کے ذریعے لوگوں کو دینی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنا ہی دعوت کا تقاضا ہے۔

☆ ہمارا طریق تربیت وتزکیہ بھی نبوی طریقِ تزکیہ یا بالفاظ دیگر سلوک محمدی ﷺ پر مبنی ہے اور اس کے لیے تعلق مع اللہ کو بڑھانا بہت ضروری ہے۔ اسی سے اہل ایمان کو وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو باطل کے خلاف کشمکش میں درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمیں صحابہ کرامؓ کے نقش پا کی پیروی کرتے ہوئے رات کا راہب اور دن کا مجاہد بننا ہوگا۔

☆ ہمارا منہج اور طریق کار سیرت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ماخوذ ومستنبط ہے۔

☆ اور ہماری تنظیم کی اساس ”بیعت سمع وطاعت فی المعروف“ پر قائم ہے۔

سالانہ اجتماع میں شرکت ان شاء اللہ ہمارے لیے اپنے اس تحریکی سبق کے بھرپور اعادے اور تنظیمی فکر کی تازگی کا ذریعہ بنے گا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید واثق ہے کہ ہم غلبہ واقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے اک ولولہ تازہ کے ساتھ اجتماع گاہ سے رخصت ہوں گے۔

اس اجتماع میں ملک کے طول وعرض سے آئے ہوئے ہم مقصد ساتھیوں کے ساتھ ملاقات کا موقع ملنا بھی ہمارے لیے نہایت خوش آئند ہے۔ اس لیے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر باہم ملاقات کرنا، اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت اونچا عمل ہے۔ احادیث میں بشارت ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہو جاتی ہے جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین سے تعلق کی بنیاد پر ایک دوسرے سے محبت کرتے، ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔

اس بشارت کو حاصل کرنے کے لیے ہمارے پاس وافر مواقع حاصل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس اجتماع سے کماحقہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس راہ ہدایت پر ہمیں گامزن کر دیا ہے اس پر ثابت قدم رکھے اور ہماری اس دعا کو بھی شرف قبولیت عطا فرمائے کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔ اٰمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن۔

(حافظ عاکف سعید)

امیر تنظیم اسلامی

## طاقت کے لحاظ سے سُپر پاور امریکہ کی اخلاقی حالت کیا ہے اس کا اندازہ ڈونلڈ ٹرمپ کے انتخاب سے ہوتا ہے: ایوب بیگ مرزا

## امریکہ کے پالیسی میکرز اپنی پالیسیوں کا جارحانہ انداز میں نفاذ چاہتے ہیں، اس لیے وہ ٹرمپ کو لے آئے ہیں: پروفیسر طلحہ علی

## اسرائیل کے تحفظ اور توسیع کے لیے جس جنگ کا آغاز بش نے کیا تھا، اوباما نے اس کو جاری رکھا اور ٹرمپ بھی اسی مشن کو مزید آگے بڑھائے گا: رضاء الحق

## جن کی آنکھیں اب تک نہیں کھلی تھیں اب کھل جانی چاہییں کیونکہ ہم اس دور میں داخل ہو رہے ہیں جو آخری اور بڑی جنگوں کا دور ہے: خالد محمود عباسی

# ڈونلڈ ٹرمپ کی جیت کے تناظر میں آئندہ کا عالمی منظر نامہ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: آصف حمید

**سوال** : امریکہ کا انتخابی نظام کیا ہے۔ مختصر سا خاکہ پیش کر دیجیے؟

**رضاء الحق** : امریکہ میں صدر کے انتخاب کے لیے جو ووٹ ڈالے جاتے ہیں ان کو الیکٹورل ووٹ کہا جاتا ہے اور نظام یہ ہے کہ وہاں کے عوام اپنی اپنی ریاستوں کے نمائندگان اور سینٹ کے ارکان کو چن لیتے ہیں۔ ایوان نمائندگان کی 534 اور سینٹ کی 33 فیصد سیٹوں پر بھی اسی دن انتخاب ہو جاتا ہے۔ صدر کے انتخاب کے لیے کل 538 الیکٹورل ووٹ ہوتے ہیں۔ ایوان کے ہر نمائندے کے پاس دو الیکٹورل ووٹس دینے کا اختیار ہوتا ہے اور دو سینیٹرز کے پاس ایک الیکٹورل ووٹ دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو اتنی بڑی آبادی میں سے چن لیا جاتا ہے کہ کون لوگ صدر کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کے اہل ہوں گے۔ امریکہ میں کل پچاس ریاستیں ہیں اور واشنگٹن ڈی سی ہے۔ کیلی فورنیا کی آبادی سب سے زیادہ ہے اور وہاں پر 55 الیکٹورل ووٹس ہیں۔ الاسکا، ڈلوئیر، ورماؤنٹ میں صرف 3 الیکٹورل ووٹ ہیں۔ وہاں پر انفرادی طور پر ووٹ دینے کا سسٹم نہیں ہے بلکہ winner takes all کا سسٹم ہے۔ یعنی کسی ریاست میں جس صدارتی اُمیدوار کو ووٹ دیا جائے گا تو سارے ووٹ اسی کو ملیں گے۔ بڑے الیکٹورل ووٹ والی تین ریاستیں ایسی ہیں جن کو سوئنگ سٹیٹس کہا جاتا ہے۔ ان میں فلوریڈا، پنسلوینیا اور اوہائیو شامل ہیں۔ ان تین ریاستوں میں ووٹ بدلتے اور سوئنگ ہوتے رہتے ہیں۔ اسی لیے ان کو حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ جدوجہد کی جاتی ہے۔ تو بنیادی طور پر یہ جمہوریت سے متضاد سسٹم ہے اور یہ ایک طرح سے الیکٹورل کنٹرول سسٹم بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حالیہ الیکشن میں بھی ہیلری نے ٹرمپ سے تقریباً 2 لاکھ ووٹ زیادہ حاصل کیے لیکن وہ ہار گئیں۔

**سوال**: کیا امریکہ کے اس سیاسی نظام میں شفافیت ہے؟

**رضاء الحق**: یہ ناممکن ہے کہ وہاں پر شفافیت ہو۔ امریکہ میں انتخابات مختلف لابیز کے کنٹرول میں ہوتے ہیں اور ہمیشہ سے رہے ہیں۔ سب سے مضبوط وہاں یہودی لابی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں پر اسرائیلی صدر کے سامنے ماتھا ٹیکا

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو ڈونلڈ ٹرمپ نیتن یاہو کو یہ کیوں کہے کہ میں یوروشلم کو اسرائیل کا دارالحکومت تسلیم کرتا ہوں۔

**سوال**: یہ حقیقت تو اظہر من الشّمس ہے کیونکہ جو بھی صدر آتا ہے وہ اسرائیل کے حق میں بیان دیتا ہے۔

**ایوب بیگ مرزا** : کسی بھی ملک میں حکومت بنانے اور گرانے میں دو ہی چیزیں ممد و معاون ہوتی ہیں۔ ایک اقتصادی شعبہ اور دوسرا میڈیا اور امریکہ میں ان دونوں پر یہودیوں کا قبضہ ہے۔ اس لیے امریکی صدور کو ہمیشہ اسرائیل کے حق میں بیان دینے پڑتے ہیں۔

**سوال** : حالیہ الیکشن میں ہیلری کلنٹن نے ٹرمپ سے زیادہ ووٹ لیے لیکن وہ ہار گئی۔ آپ کے خیال میں اس ہار کی وجہ کیا بنی؟

**ایوب بیگ مرزا**: اس کی کئی ایک وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ٹرمپ نے اقلیتوں کو نظر انداز کر کے صرف سفید فام امریکیوں کو تعصب کی بنیاد پر اکٹھا کیا ہے۔ بالکل ایسے ہی جس طرح انڈیا میں مودی نے ہندو اکثریت کو اقلیتوں کے مقابلے میں اُبھارا تھا۔ ٹرمپ نے بھی اپنی بعض تقریروں میں اقلیتوں کے خلاف نفرت انگیز تقریریں کی ہیں۔ اس بنیاد پر سفید فام امریکیوں نے ٹرمپ کا ساتھ دیا ہے۔ دوسری وجہ ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے برنی سینڈر کی بجائے ہیلری کلنٹن کو صدارتی اُمیدوار نامزد کرنا ہے۔ برنی سینڈر چونکہ ایک تعلیم یافتہ آدمی تھا اور امریکہ میں بہت مقبول تھا۔ امریکی برنی سینڈر کو صدارت کے عہدے کے لیے بہت موزوں خیال کر رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے حمایتی ووٹ دینے کے لیے باہر نہیں نکلے جس کی وجہ سے ڈیموکریٹس کو شکست ہوئی۔ تیسری وجہ ہیلری کو سیاہ فام امریکیوں کا صرف 88% ووٹ ملنا تھا حالانکہ جس طرح ٹرمپ نے سیاہ فاموں کو مسترد کیا تھا تو خیال یہی تھا کہ ان کے سو فیصد ووٹ ہیلری کو ملیں گے۔ ان ووٹوں سے بھی بہت فرق پڑا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کا ایک بڑا طبقہ ابھی بھی قدامت پسند ہے جو یہ پسند نہیں کرتا کہ ان کی سربراہ ایک عورت ہو۔ پانچویں وجہ ہیلری کی ای میلز کا معاملہ ہے وہ بھی اسے لے ڈوبا۔ چھٹی وجہ ہیلری کے حوالے سے یہ تاثر سامنے آنا تھا کہ وہ اسٹیبلشمنٹ کی آلۂ کار ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اینٹی اسٹیبلشمنٹ ووٹ دیئے اور یہ تمام وجوہات ٹرمپ کی جیت کا باعث ثابت ہوئیں۔

**رضاء الحق** : ٹرمپ کی اخلاقی حالت کو دیکھ کر امریکیوں کی اخلاقی حالت کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کیسے شخص کو منتخب کیا ہے۔

**ایوب بیگ مرزا** : امریکی عوام بہت حد تک یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ٹیکسوں کا ایک بڑا حصہ دوسرے ممالک میں مداخلت پر صرف ہو رہا ہے۔ لہٰذا امریکی عوام نے ٹرمپ کی اس بات کو بھی اہمیت دی ہے کہ وہ بیرونی دنیا میں ٹانگ نہیں اڑائیں گے۔ اسی طرح ٹرمپ نے امیگرنٹ

لوگوں کی بھی حوصلہ شکنی کی ہے اور وائٹ امریکن یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمیں یہاں نوکریاں نہیں مل رہیں اور باہر کے لوگ آ کر نوکریوں پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔

**سوال:** ڈونلڈ ٹرمپ کی شخصیت کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

**پروفیسر طلحہ علی:** ڈونلڈ ٹرمپ ایک بہت کامیاب شخصیت ہیں۔ امریکہ کی سوسائٹی میں انہوں نے ترقی کی ہے۔ ٹی وی پروگرامز بھی کرتے رہے ہیں۔ مشہور تو وہ صدر بننے سے پہلے ہی تھے۔ رئیل اسٹیٹ میں بھی انہوں نے بہت کام کیا۔ ایک جارحانہ مزاج شخصیت ہیں اور کھل کر بات کرتے ہیں چاہے وہ اچھی ہو یا بری۔

**سوال:** ایسی جارحانہ شخصیت جو بولڈ بیانات دے رہی ہے کیا اسے صدارت کے منصب پر ہونا چاہیے؟ وہاں تو بڑی تحمل مزاج اور ڈپلومیٹک قسم کی شخصیت چاہیے؟

**پروفیسر طلحہ علی:** جی بالکل! پہلے ڈپلومیٹک مزاج شخصیت کی زیادہ اہمیت تھی لیکن اب میرے خیال میں دنیا میں تبدیلی آ رہی ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ امریکہ میں ڈیموکریٹس کا اچھا پراسس چل رہا تھا اور وہ بڑی اچھی ڈیموکریسی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن امریکی عوام نے ان کو مسترد کر دیا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ وہاں کی عوام جارحانہ مزاج رکھنے والی شخصیت چاہتی ہے۔ نسل پرستی، اسلام کی مخالفت اور انتہا پسندی اب دنیا میں کھل کر سامنے آ رہی ہے۔ اب دنیا میں سازشی تھیوری نہیں رہی۔

**سوال:** دنیا صرف اسلامی انتہا پسندی کو ہی دبانے کیوں بیٹھی ہوئی ہے؟ باقی تو ہم دیکھتے ہیں کہ انڈیا اور امریکہ میں کھلم کھلا انتہا پسند لوگ آ رہے ہیں؟

**پروفیسر طلحہ علی:** امریکی صدر کوئی پالیسی نہیں بناتا بلکہ جو پالیسی میکرز ہیں وہ اپنی پالیسیوں سے مطابقت رکھنے والی شخصیت کا انتخاب کرتے ہیں۔ ہیلری ہو یا ڈونلڈ اس سے پالیسیوں میں فرق نہیں پڑتا۔ البتہ پالیسی میکرز اگر اپنی کچھ پالیسیاں بدلنا چاہ رہے ہیں یا ان کا جارحانہ انداز میں نفاذ چاہتے ہیں تو اس لیے وہ ٹرمپ کو لے آئے ہیں۔

**سوال:** کلنٹن جب صدر تھا تو اس نے کہا تھا کہ عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حلال زادوں پر مشتمل نہیں ہوگی۔ ٹرمپ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ انتہائی گندی زبان استعمال کی ہے۔ پہلے مونیکا لیونسکی کا اسکینڈل اٹھا تھا تو امریکی قوم کھڑی ہوگئی تھی لیکن اب اس طرح کی صورت حال نہیں رہی۔ اخلاقی لحاظ سے امریکہ کہاں کھڑا ہے؟

**پروفیسر طلحہ علی:** اخلاقی باتیں شاید اب دنیا کے لیے زیادہ مسئلہ نہیں رہیں۔ خاص طور پر مغربی دنیا کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔ آج کل میڈیا جیسے ذرائع ابلاغ عوام کو اسی طرف ہی لے کر جا رہے ہیں۔

**ایوب بیگ مرزا:** ایک تو نائن الیون نے امریکہ اور دنیا میں ہلچل مچائی تھی اور اب ٹرمپ کا انتخاب بھی اخلاقی لحاظ سے نائن الیون سے کم نہیں ہے۔ یورپ میں اس سے قبل بھی بہت سی سپر پاورز گزری ہیں۔ روم، یونان، مسلم سپین بھی سپر پاورز تھیں، امریکہ قوت کے لحاظ سے ان سے بھی آگے ہے لیکن آپ دیکھیں کہ ہر سپر پاور کو زوال کہاں سے شروع ہوا۔ مالیاتی بحران سے کبھی زوال نہیں آیا، عسکری طاقت میں کمی بھی زوال کا باعث کبھی نہیں بنی لیکن جب اخلاقی زوال آیا تو اس کے ساتھ عسکری زوال بھی آیا اور اقتصادی زوال بھی۔ تو بڑی قوموں میں سب سے پہلے

> **امریکہ میں یہودی لابی کے کنٹرول میں انتخابات ہوتے ہیں اور جو بھی صدر منتخب ہوتا ہے وہ یہودیوں کا آلۂ کار رہتا ہے۔**

اخلاقی زوال آتا ہے۔ لہٰذا ایک ایسا شخص جو اپنی بدکرداری کا کھلم کھلا اعلان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا، وہ عورتوں کے بارے میں غلیظ گفتگو کرتا ہے، وہ مزاحیہ پروگراموں میں حصہ لیتا ہے، یعنی انتہائی غیر سنجیدہ آدمی ہے۔ ایسے شخص کو منتخب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ امریکی عوام کا اصل چہرہ ہمارے سامنے آ گیا ہے۔ اس سے پہلے بھی امریکی عوام کا ایک چہرہ ہمارے سامنے آ چکا ہے جب جارج ڈبلیو بش پہلی دفعہ منتخب ہوا تھا۔ بہت کم مارجن سے منتخب ہوا تھا اور ایک مہینے تک فیصلہ ہی نہیں ہو سکا تھا کہ صدر کون بنے گا۔ پھر سپریم کورٹ میں کیس چلا گیا۔ آخر کار اس کے حریف نے یہ کہہ کر کہ میں امریکہ کو مزید بدنام نہیں کرنا چاہتا اپنا کیس واپس لے لیا۔ چنانچہ بڑی مشکل سے بش صدر بنا۔ لیکن اس کے بعد جب اس نے افغانستان اور عراق میں تباہی مچائی اور قتل عام کیا تو امریکی عوام نے 2004ء کے الیکشن میں بش کو اتنی بھاری اکثریت سے جتایا کہ کوئی اس کا مقابلہ ہی نہ کر سکا۔ اُس وقت بھی امریکی عوام کا چہرہ سامنے آ گیا تھا۔ اب بھی بدکرداری کو امریکن عوام نے کھل کر ووٹ دیا ہے۔

**سوال:** تاریخ شاہد ہے کہ کوئی بھی امریکی صدر اسلام کا حامی نہیں رہا۔ ہمیں ہی خوش فہمی ہوتی رہی کہ فلاں اسلام کے لیے کچھ کر دے گا جبکہ ہر امریکی صدر نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہی اپنا کردار ادا کیا۔ اب ڈونلڈ ٹرمپ کی جیت سے ہمیں کیا پیغام ملتا ہے؟ جبکہ مودی بھی ایک انتہا پسندی کا نعرہ لے کر سامنے آیا تھا اور ڈونلڈ ٹرمپ بھی اس کا ہی ایک پیش رو لگتا ہے؟

**خالد محمود عباسی:** دیکھئے! انتہا پسندی کے حوالے سے مسلمان بدنام ہیں لیکن حقیقت میں اصل انتہا پسندی کا مظاہرہ خود امریکہ اور انڈیا جیسے معاشروں میں ہو رہا ہے۔ مودی نے انڈین معاشرے کی اسی پھڑکتی رگ پر ہاتھ رکھا اور مسلمانوں کے خلاف جارحانہ قدم اٹھا کر لیڈر بن گیا۔ اسی طرح کا معاملہ ٹرمپ کا بھی ہے۔ ثابت یہ ہو رہا ہے کہ دنیا میں انتہا پسندی اپنے نقطۂ عروج کی طرف جا رہی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ خبریں ہمیں دی ہیں ان کے مطابق آخری دور میں بڑی اور شدید جنگیں ہوں گی۔ یہ انتہا پسندی اشارہ دے رہی ہے کہ وہ وقت اب دور نہیں۔ لہٰذا جن کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلی تھیں وہ اب کھل جانی چاہییں کہ اب ہم اس دور میں داخل ہو رہے ہیں جو آخری جنگوں کا سلسلہ ہے۔ جسے الملحمۃ العظمیٰ کہا گیا، یا عیسائی دنیا جسے آرمیگاڈان کہتی ہے۔

**سوال:** اب یہی محسوس ہوتا ہے کہ امریکہ کا صدر گریٹر اسرائیل کے لیے راہیں ہموار کر رہا ہے۔ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے؟

**عباسی صاحب:** بلکہ امریکی معاشرے میں اس طرح کی تحقیقات ہوئی ہیں کہ سابق امریکی صدر ریگن بھی اس کام میں اپنا حصہ ڈالتا رہا ہے اور گریٹر اسرائیل کے لیے راہیں ہموار کرنے کا یہ سلسلہ 1980ء سے جاری ہے۔

**سوال:** ڈونلڈ ٹرمپ کی جیت سے یونی پولر ورلڈ کے خواب مزید مستحکم ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں ٹرمپ کی خارجہ پالیسی کیا ہو گی، اسلام کے حوالے سے مزید کیا سختیاں سامنے آنے والی ہیں نیز چائنہ کے حوالے سے امریکہ کی پالیسی کیا ہو گی؟

**ایوب بیگ مرزا:** دیکھئے! اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے وہ اپنے منشور اور انتخابی تقاریر میں بہت کچھ کہہ چکا ہے۔ وہ یہاں تک الفاظ استعمال کر چکا ہے کہ میں مسلمانوں کو امریکہ میں برداشت نہیں کروں گا۔ منتخب ہونے کے بعد بھی اس کا پہلا بیان کہ میں امریکہ کے مفاد کو تمام چیزوں پر ترجیح دوں گا اگرچہ یہ رسمی بیان ہے لیکن اس میں واضح اشارہ موجود ہے کہ اس کی خارجہ پالیسی کیا ہو گی۔ اس نے شروع سے ہی نسلی عصبیت کی بنیاد پر ہر مسئلہ اُٹھایا ہے، اس نے اقلیتوں کو بالکل رد کیا ہے، اس نے مذہب کو نہیں بلکہ اسلام کو رد کیا ہے۔ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس کا رویہ خارجہ پالیسی کے حوالے سے امریکہ کے مفاد میں ہو گا

چاہے اس کے لیے کسی دوسرے ملک کا کتنا ہی نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔ containment of China کی پالیسی جس میں ابھی تک امریکہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہوسکا اور میں یہ کہنے میں بالکل جھجک محسوس نہیں کرتا کہ اس میں سب سے بڑی رکاوٹ پاکستان ہے۔ اب امریکہ اس رکاوٹ کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور اس وجہ سے پاکستان کے خلاف شدید ردعمل ہوگا۔ خاص طور پر اس وقت ساؤتھ چائنہ سیز کا جو مسئلہ بنا ہوا ہے اس کی وجہ سے وہ چائنہ کے خلاف بہت جارحانہ ایکشن لے گا۔ علاوہ ازیں ٹرمپ نے صاف کہا ہے کہ جاپان، جرمنی، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات سمیت جس کو بھی ہم عسکری تحفظ دے رہے ہیں، اب مفت میں انہیں یہ تحفظ نہیں ملے گا بلکہ انہیں اپنے تحفظ کی ادائیگی کرنا ہوگی۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ٹرمپ کی تمام تر توجہ صرف امریکی مفاد پر مرکوز ہے۔ امریکہ مالیاتی طور پر گراوٹ کا شکار چلا آرہا ہے لہٰذا اس کو پیروں پر کھڑا کرنے کے لیے جو اس سے ہوسکے گا وہ کرے گا اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خاص طور پر اسلامی ممالک، چاہے وہ مڈل ایسٹ کے ہوں یا پاکستان ہو شدید رگڑے میں آئیں گے۔

**سوال**: پاکستان کے حوالے سے ڈونلڈ ٹرمپ کا شروع میں ایک بیان آیا تھا جو خاصا پریشان کن تھا۔ کیا آپ کے خیال میں اب پاکستان اور پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کے حوالے سے خطرات مزید بڑھ نہیں گئے؟

**رضاء الحق**: دیکھئے! پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کے متعلق ہر امریکی صدر کا جو منفی طریقہ کار رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ٹرمپ بھی اسی طریقہ کار کو فالو کرے گا اور جیسا کہ خالد محمود عباسی نے بتایا کہ آخری دور کی احادیث کے مطابق اب جنگیں بڑھیں گی تو ٹرمپ سے کلیدی امریکی عہدوں پر جن لوگوں کو فائز کرنے کی امریکہ میں اس وقت امید کی جارہی ہے تو خدشہ یہی ہے کہ دنیا میں فساد بڑھے گا۔ مثلاً چیف آف سٹاف کے لیے نیوٹ گینگرچ کا نام آرہا ہے جو کہ ایک مشہور نیوکون ہے یا روڈی جلیانی کا نام آرہا ہے جو نائن الیون میں نیویارک کا میئر تھا۔ اس کے علاوہ مائیکل فلینگ ہے، گولڈ مین سیکس جو کہ یہودی بینکوں کی کارپوریشن کا پارٹنر ہے۔ وہ فائنس منسٹر ہوگا اور سیکرٹری آف سٹیٹ کے لیے مائیکل ہاس کا نام لیا جارہا ہے جو ان لوگوں میں سے ہے جو خالص نیوکون یہودی لابی کے لوگ ہیں اور کونسل آف فارن ریلیشن پر ان کا ہولڈ ہے۔ تو بنیادی طور جارج بش نے جو جنگ شروع کی تھی جس کے حوالے سے اس نے کروسیڈز کا نام لیا تھا، یہ اسی کا تسلسل ہے اور اس جنگ میں بڑے پیمانے پر نیوکون یہودی اسرائیل کے تحفظ اور اس کی توسیع کے لیے سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ اوباما نے بھی کوئی بہت امن پسند صدر کا رول پلے نہیں کیا بلکہ اس نے بھی اسی مشن کو آگے بڑھایا ہے اور ٹرمپ بھی اسی مشن کو مزید آگے بڑھائے گا۔

**سوال**: ڈاکٹر اسرار احمدؒ کہا کرتے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ اسرائیل یہ چاہے گا کہ امریکہ کے بھی ٹکڑے ہو جائیں اور یہ اس وقت ہوگا جب امریکہ اسرائیل کے توسیع پسندانہ منصوبہ میں رکاوٹ بنے گا۔ کیا وہ وقت آرہا ہے؟

**عباسی**: بالکل ایسے ہی لگتا ہے۔ انتہاپسندی کبھی بھی معاشرے میں کوئی تعمیری کردار ادا نہیں کرتی۔ اسی طرح اگر انڈیا میں مودی جیسے لوگ رہے تو اس کے بھی ٹکڑے ہوں گے۔ بے شک یہی امریکہ کا انجام ہونا ہے لیکن اس سے پہلے اس نے دنیا میں بہت تباہی مچانی ہے اور خاص طور پر پاکستان کے لیے مشکلات بہت بڑھیں گی۔

> عادلانہ نظام قائم ہونے میں دس سال لگیں گے۔ لیکن اس کا فیصلہ آج ہو جائے کہ ہم امریکہ کے تابع نہیں ہیں بلکہ اللہ کے تابع ہیں۔ بچ نکلنے کا صرف یہی ایک راستہ ہے۔

**سوال**: ڈاکٹر اسرار احمدؒ تو پاکستان کو اللہ کی دین اور معجزہ قرار دیتے تھے؟ اور اس کا کوئی مقصد ضرور ہے؟

**خالد محمود عباسی**: ڈاکٹر صاحب تو پوری بات کرتے تھے کہ اگر ہم نے اپنے بنیادی نظریہ پر مستقبل کی عمارت کھڑی نہ کی تو پہلے عرب میں تباہی آئے گی اور پھر پاکستان میں۔ لیکن وہ کہا کرتے تھے کہ میں پھر بھی اُمید نہیں چھوڑتا۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں خیر برآمد ہو۔

**ایوب بیگ مرزا**: یہ اصل وقت ہے کہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کس طرف جارہے ہیں۔ صرف حکمران نہیں بلکہ عوام کا بھی کردار کے لحاظ سے برا حال ہے۔ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ ہم نہ تو اپنے ملک کے لیے اچھے ہیں، نہ اپنے دین کے حوالے سے اچھے ہیں، نہ اپنی قوم کے حوالے سے اچھے ہیں۔ ہم صرف اپنی ذات کے لیے کچھ ہیں تو ہیں۔ اپنی ذات سے اوپر اٹھنے کا ہم سوچتے بھی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہمیں بڑی سخت مار پڑے گی۔ لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ تباہی مکمل نہیں ہوگی۔ جیسے مشرقی پاکستان ہم سے علیحدہ ہوا تھا جو عذاب کا کوڑا تھا اسی طرح کا کوئی معاملہ ہوگا۔ ٹرمپ نے نیوکلیئر پروگرام کا ذکر کیا لیکن ہیلری نے tactical nuclear weapons کا ذکر کیا تھا۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انڈیا ان کے قریب بھی نہیں پہنچا۔ یہ چیزیں بتاتی ہیں کہ جوتیاں بہت پڑیں گی اور زخمی بہت ہو جائیں لیکن میری توقع اور خواہش ہے کہ اور بعض عقلی بنیادوں پر یہ نظر بھی آتا ہے کہ شاید بحیثیت قوم ہماری موت واقع نہیں ہوگی۔

**رضاء الحق**: نیوکلیئر ہتھیاروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جائے گی تو پھر ایٹمی ہتھیاروں کی جنگ شروع ہو جائے گی۔

**سوال**: ان حالات میں آپ اہل پاکستان کو کیا تجویز کرتے ہیں کہ وہ کیا کریں؟

**خالد محمود عباسی**: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ توبہ واستغفار کا در تو ہر وقت کھلا ہے۔ عذاب کے سامنے آبھی جائیں تب بھی توبہ واستغفار کارگر ہوسکتی ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں اور آپ جنہیں دین کی سمجھ ہے وہ اس پورے پیغام کو لے کر دیوانہ وار انداز میں معاشرے میں نکلیں، لوگوں کو سمجھائیں اور جس کو سمجھ آتی جائے وہ دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کرے۔ یعنی ہم دین کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے بغیر ہماری عبادات کی بھی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ عادلانہ نظام قائم ہونے میں دس سال لگیں گے۔ لیکن اس کا فیصلہ آج ہو جائے کہ ہم امریکہ کے تابع نہیں ہیں بلکہ اللہ کے تابع ہیں۔ اس کے بغیر ہر استغفار کی کوئی اہمیت نہیں صرف ثواب ملے گا۔ یعنی اجتماعی استغفار بہت ضروری ہے۔

**ایوب بیگ مرزا**: 1949ء میں ہم نے قرارداد مقاصد پاس کی جس میں تمام علماء نے حصہ لیا۔ لیکن عملاً ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اگر اس پر عمل درآمد ہو جاتا تو آج پاکستان کی حالت باجگزار ریاست کی نہ ہوتی۔ ہمارے معاشرے میں ذاتی لحاظ سے اگرچہ عبادات کی تبلیغ تو بہت ہوتی ہے لیکن اجتماعی کردار کے حوالے سے ہم نے کوئی پیش رفت نہیں کی۔ یعنی مسلمانوں نے یہ بُھلا ہی دیا ہے کہ ہمارا کوئی نظام بھی ہے۔ اس میں دینی جماعتوں کا قصور زیادہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں جماعتی سطح پر بھی ایک اچھا ماڈل سامنے نہیں آیا۔ اس وجہ سے لوگ جماعتوں کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نفاذ اسلام کی منہج نبوی ﷺ کے مطابق نفاذ کی ضرورت اور اہمیت کو عوام میں اُجاگر کیا جائے۔

**قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔**

# سالانہ اجتماع کے مقاصد

انجینئر نعمان اختر

انقلابی فکر کی حامل تحریکوں کے لیے اپنی فکر کو وقتاً فوقتاً تازہ کرنا تحریکوں کے اندر فکری و عملی جمود کو توڑنے میں بہت مفید ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر تحریکیں مختلف اجتماعات کے ذریعے سے اپنے کارکنان کے اندر فکری و عملی قبلے کی درستی اور تازگی کی کوشش کرتی ہیں۔

الحمد للہ! تنظیم اسلامی کے رفقاء کے لیے اس فکری تازگی کے حصول کے لیے جہاں دیگر اجتماعات و مجالس کا اہتمام مقامی سطح پر کیا جاتا ہے، وہاں بحیثیت مجموعی سالانہ اجتماع اس ضمن میں بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور اپنے اندر مختلف پہلوؤں سے بہت سی خیر و برکات کا حامل ہے۔

بحیثیت رفیق تنظیم میں اپنے ساتھیوں کی توجہ خاص طور پر اس امر کی طرف دلانا چاہوں گا کہ 1967ء میں تنظیم اسلامی کی تاسیس کے وقت جو فکری دستاویز ''قرار داد تاسیس'' کے نام سے مرتب ہوئی اور ہمارے اکابرین نے اس تنظیم کی بنیاد جن اصولوں پر رکھی تھی، یہ سب چیزیں ہمیں سالانہ اجتماع کے موقع پر بڑی تفصیل کے ساتھ فقط تین دنوں میں نصیب ہو جاتی ہیں۔

اس اہم قرارداد میں تنظیم کی ضرورت، اس کی منزل، اس کے طریقہ کار کو جہاں واضح کیا گیا وہاں فرد کی سطح پر اس کے دینی فرائض کی ادائیگی میں تنظیم کا کردار بھی واضح ہوتا ہے۔ اس تحریر کی روح اس جملہ کو قرار دیا گیا کہ دین کا اصل مخاطب فرد ہے اور اس ضمن میں اس کی اخلاقی و روحانی ترقی، فلاح و نجاتِ اُخروی، اس کا نصب العین، دینی جذبات کی جلا، علم میں مسلسل اضافہ، عقائد کی درستی و تطہیر، عبادات اور اتباع سنت سے شغف، حلال و حرام کے بارے میں ان کی حس کا تیز ہونا، عمل مبنی بر تقویٰ ہونا اور دین کی دعوت و اشاعت اور نصرت و اقامت کے جذبے میں ترقی اور اجتماعی سطح پر رفقاء میں رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ کا عملی مظاہرہ، ایثار و قربانی کے جذبات، تاثیر صحبت کا اہتمام۔

یہ سب ہی امور الحمد للہ! ایک رفیق تنظیم کے سامنے سالانہ اجتماع کے موقع پر مختلف مدرسین کے جامع بیانات کی روشنی میں سامنے آتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں محدود وقت میں فکری اور عملی قبلہ کی درستی کا اہتمام ہوتا ہے۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے تنظیم اسلامی کے نویں سالانہ اجتماع منعقدہ 25 تا 29 مئی 1984ء کے موقع پر سالانہ اجتماع کے درج ذیل چار مقاصد بیان فرمائے تھے:

**1۔ جذبہ تازہ کا حصول:**

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ (بیہقی)

''بنی آدم کے قلوب بھی اسی طرح زنگ آلود ہو جاتے ہیں، جیسے لوہا پانی پڑنے سے (زنگ آلود ہوتا ہے)۔''

سالانہ اجتماع کے موقع پر ہمیں یہ زنگ اتارنا ہے، جس کی وجہ سے ہمارا دینی جذبہ سرد پڑ رہا ہے۔

**2۔ مقصد اور طریق کا شعور:**

جس طرح دلوں پر زنگ آتا ہے ویسے ہی ذہن بھی زنگ آلود ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے فکر کے خدوخال دھندلانے لگتے ہیں۔ وہ صورت نہ ہو کہ! 'آہ وہ تیر نیم کش جس کا نہ ہو کوئی ہدف' تو بہر حال ہمارا ہدف کیا ہے؟ طریق کار کا واضح شعور سالانہ اجتماع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔

**3۔ رفقاء کا باہمی تعارف:**

سالانہ اجتماع میں سنہری موقع ہوتا ہے کہ ہم قافلہ ساتھیوں کا باہمی ربط و تعارف مضبوط ہو۔ اس دور میں دینی اخوت کو نبھانے کے لیے وقت نکالنا بہت مشکل ہے۔

بھلا گردش فلک چین دیتی ہے کسے انشاء
غنیمت ہے کہ صورت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

**4۔ نظم کی اہمیت کا ادراک:**

جماعت میں نظم کی اہمیت کا ادراک علمی سطح پر بھی ہو لیکن ساتھ ہی نظم و ضبط کو عمل میں بھی لانا چاہیے۔ رفیق کو نظم کا خوگر بنانے میں سالانہ اجتماع کا موقع بھی بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اجتماع گاہ میں شیڈول کے مطابق اپنے معمولات ترتیب دینا، نظم بالا کی طرف سے لگائی جانے والی مختلف ذمہ داریوں کی ادائیگی کا اہتمام جیسے بہت سے امور کے ذریعے رفقاء کو منظم کرنے کی تربیت کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

میری رفقاء تنظیم سے گزارش ہے کہ اپنے دینی فرائض کے واضح شعور کی تذکیر کے لیے اور امیر محترم کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اجتماع کی تیاریوں کا آغاز ذوق و شوق سے شروع کر دیں۔ زندگی کی ساعتیں کتنی ہمارے نصیب میں ہیں یہ ہمیں معلوم نہیں۔ لہٰذا اس نیک کام کا ارادہ فرمائیں اور اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا بھی کریں کہ اس سفر و حضر میں حائل تمام رکاوٹوں کو وہ اپنی قدرت و رحمت سے دور فرما دے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ (صحیح بخاری: کتاب الرقاق :6041)

''جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور وہ اس پر عمل نہ کرے (یعنی ارادہ کے باوجود وہ کسی عذر کی بنا پر اس نیکی کو کرنے پر قادر نہ ہو سکے) تو اللہ اس کے لیے اپنے ہاں اس ارادہ ہی کو ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر نیکی کر لے تو اللہ اس کے لیے اپنے ہاں دس گنا سے سات سو گنا تک (اور اس سے بھی زیادہ نیکیاں) لکھ دیتا ہے۔''

اللہ ہماری نیتوں اور ارادوں میں خلوص و للٰہیت عطا فرمائے اور اس عظیم اجتماعی جدوجہد میں امیر محترم کا دست و بازو بننے اور ان کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بنائے۔ آمین ۞

ضرورت برائے آفس سٹاف

لاہور میں واقع کاروباری ادارے کو مختلف دفتری امور سرانجام دینے کے لیے فرض شناس اور محنتی نوجوان کی فوری ضرورت ہے۔ تعلیمی قابلیت، ایف اے، بی اے یا بی کام۔

برائے رابطہ: 0333-4482381

# ’’سالانہ اجتماع کی برکات‘‘

راؤ محمد سہیل

حلقہ کراچی جنوبی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع بعنوان ’’سالانہ اجتماع کی برکات‘‘ قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اس اجتماع کا دورانیہ صبح 8:30 سے دوپہر 12:45 تک تھا۔ اس اجتماع میں حلقہ کراچی جنوبی کے تمام رفقاء جبکہ رفیقات میں سے معاونات اور امیر حلقہ کے مشاورتی اُسرہ کو مدعو کیا گیا تھا۔

اجتماع کا آغاز تلاوت کلام پاک سے کیا گیا جس میں ڈیفنس تنظیم کے ملتزم رفیق حافظ محمد فصیح منصوری نے سورۃ الصف کی آیات 8 تا 14 کی احسن انداز میں تلاوت کی۔ ان کے بعد تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری اولڈ سٹی تنظیم کے ناظم تربیت محمد نعمان نے انجام دی۔ انہوں نے آیات قرآنی کی روشنی میں ’’دین کے لیے محنت اور قربانی‘‘ کے موضوع پر بیان کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرامؓ نے مختلف مواقع پر اللہ کی راہ میں نکل کر ایسی ایسی عظیم مثالیں قائم کی ہیں کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اگر ہم ان کے مقابلے میں اپنے ان تقاضوں کی طرف نگاہ کریں جو تنظیم کی طرف سے ہم سے کیے جا رہے ہیں تو وہ بہت سہل معلوم ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم امیر کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے عزم مصمم کریں اور دیگر ساتھیوں کو بھی متحرک کرنے کا ذریعہ بنیں۔ دوسرا موضوع تھا ’’دین کے راستے میں سفر و مجاہدہ‘‘ جس کی ذمہ داری راقم کی تھی۔ راقم نے نبی کریم ﷺ کے چند ارشادات، صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور تابعین کی زندگیوں سے مثالیں دیتے ہوئے حاضرین پر واضح کیا کہ وہ اصحاب عزیمت کس طرح حصول علم اور اللہ کی رضا کے حصول کو اپنا مقصدِ زندگی بنائے ہوئے تھے۔ کبھی بھی گھر کا آرام و سکون، سفر کے مصائب، اسباب کی قلت، بیوی بچوں کی دوری اللہ کی رضا کے حصول کے لیے سفر کرنے میں رکاوٹ نہیں بنی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم نہ صرف خود اس سفر کی تیاری کریں بلکہ امیر محترم کی خواہش کے مطابق ہر رفیق اپنے کم از کم ایک حبیب کے ساتھ شریک ہو۔ اس اجتماع میں ’’مطالعہ قرارداد تاسیس‘‘ کا اہتمام بھی کیا گیا جس کی ذمہ داری امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے سرانجام دی۔ اس دوران رفقاء کو تفصیلاً یاد دہانی کروائی گئی کہ ہماری تنظیم میں شمولیت کا اصل مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے جبکہ تنظیم اس کے لیے ہماری ممد و معاون ہے۔ امیر حلقہ نے واضح کیا کہ ہمارے اکابر نے تنظیم کی تاسیس کے وقت جو مقاصد بتائے تھے سالانہ اجتماع ان سب چیزوں کے حصول کا اہم ذریعہ ہے۔ دوران مطالعہ حاضرین سے بھی سوالات کیے جاتے رہے جس میں رفقاء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اس طرح سوال و جواب کی صورت میں حاضرین محفل کے لئے ایک مفید اور بھرپور نشست کا اہتمام ہوا۔ ان کے بعد مختصر دورانیہ کے تین ویڈیو کلپ (بانی محترمؒ، امیر محترم کا پیغام، حافظ انجینئر نوید احمدؒ اور شجاع الدین شیخ کے) بھی دکھائے گئے جو کہ سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے ترغیب و تشویق پر مبنی تھے۔

چائے اور باہمی ملاقات کے لیے 30 منٹ کا وقفہ دیا گیا۔ وقفہ کے بعد ملکی و بین الاقوامی حالات کے تناظر میں ممکنہ طور پر آئندہ پیش آنے والے حالات و واقعات سے آگہی کے لیے خصوصی مشیر برائے حالات حاضرہ جناب ثاقب رفیع شیخ نے موجودہ حالات پر گفتگو کی۔ انہوں نے امریکی انتخابات، پاک بھارت تعلقات، پانامہ لیکس، دھرنے اور کراچی میں ایم کیو ایم کے حالات پر مختصر مگر پُر مغز تبصرہ کیا۔ بعدازاں ناظم توسیع دعوت جناب عامر خان نے موضوع ’’سالانہ اجتماع اور دعوت دین‘‘ پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک کامل ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ دوسروں کے لیے بھی وہی پسند نہ کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں لہٰذا زیر دعوت احباب کو دین اور اپنے مشن کے قریب تر لانے کے لئے سالانہ اجتماع بہترین موقع ثابت ہو سکتا ہے جس میں انہیں ہمارے اکابرین اور نظم کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملتا ہے۔ لہٰذا کوشش کریں کہ اپنے ساتھ احباب کو بھی شرکت کروا کر انہیں اپنے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ حلقہ کے ناظم دعوت جناب حافظ عمیر انور نے ’’سالانہ اجتماع اور تزکیہ و تربیت‘‘ کے عنوان پر تذکیری بیان کیا۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں سالانہ اجتماع میں رفقاءِ کرام کی تربیت کے پہلو کو اجاگر کیا اور رفقاء کو ترغیب دلائی کہ اجتماع میں ہمارے سینئر اور نئے رفقاء کے ساتھ ساتھ چند احباب بھی شریک ہوتے ہیں لہٰذا بہت سے مواقع ایسے آتے ہیں کہ جہاں پر ہمیں صبر کرنا ہوگا۔ ہم سب گھر سے نکلنے سے واپسی تک اللہ کی راہ میں ہوں گے۔ اب درمیان میں چاہے جو بھی حالات پیش آئیں ہم نے اس بات کو ہرگز نہیں بھولنا کہ ہم اللہ کی رضا کے لیے نکلے ہوئے ہیں اور ہمیں اسی سے اس کا اجر مطلوب ہے۔ یہ بات ان شاء اللہ ہمیں بہت سے مراحل پر ثابت قدم رکھے گی۔ ان کے بعد ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے ’’سفر و حضر کے آداب و احتیاطیں‘‘ بیان کرتے ہوئے بہت ہی مفید اور مثبت مشورے دیئے کہ جن کا اہتمام کسی بھی منظم جماعت کے لیے انتہائی لازم ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے گھر سے نکلنے، اجتماع گاہ میں قیام کرنے اور واپسی تک کے آداب بیان کیے۔ بعدازاں حلقہ کے ناظم رابطہ عبدالرزاق کوڈواوی نے ’’سالانہ اجتماع میں شرکت‘‘ کے موضوع پر پُر اثر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی تحریک کے رفقاء کے لیے سالانہ اجتماع کسی عید سے کم نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ انہوں نے اس اجتماع کی افادیت اور اس کے روحانی پہلو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیے اور کہا کہ اس اجتماع میں پُر جوش اور بھرپور طریقہ سے شرکت فرما کر اللہ کی رضا اور امیر تنظیم کی تقویت کا ذریعہ بننے کی کوشش کریں۔ ان کے اس خطاب سے رفقاء میں سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے تحریک پیدا ہوئی اور اللہ کی راہ میں نکلنے کے فضائل بھی سامنے آئے۔ موضوع ’’سالانہ اجتماع اور تنظیم‘‘ پر معتمد حلقہ عبید احمد نے خطاب کیا اور صحبت رفقاء اور نظم و ضبط کے ضمن میں اسلاف سے مثالیں دیتے ہوئے واضح کیا کہ اللہ کا حکم ہے کہ سچوں کی صحبت اختیار کریں اور نیک لوگوں کی صحبت کا میسر آ جانا کتنا بڑا سرمایا ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے ایمان کو جلا حاصل کرنے دیں۔ اختتامی کلمات میں امیر حلقہ نے اجتماع میں موجود تمام رفقاء کا عموماً اور مدرسین کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے انتہائی محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی انہوں نے سالانہ اجتماع کے لیے ترغیب و تشویق دلاتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق جو نیکی کا ارادہ کرے اور اس کو انجام نہ دے سکے تو اس کے لیے ایک اجر ہے اور اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے انجام بھی دے لے تو اللہ سات گنا سے سات سو گنا تک اجر عطا کرے گا۔ انہوں نے ان رفقاء کے لیے بھی خصوصی دعا اور تہنیتی کلمات کہے جو انتظامی امور میں معاونت کے لیے تین دن پہلے سفر کریں گے۔ انہوں نے رفیقات کو ہدایت کی کہ وہ اگر گھر پر رہتے ہوئے جو ان کا اصل دائرہ کار ہے اپنے محرم مردوں کو دین کے کاموں اور خصوصاً سالانہ اجتماع کے لیے فارغ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں اس تمام اجر میں شامل رکھے گا جو مرد گھر سے باہر نکل کر حاصل کریں گے۔ امیر حلقہ نے فتنۂ معیار زندگی کے حوالے سے محتاط رہنے اور سالانہ اجتماع کے بعد بھی تنظیم کی طرف سے انعقاد کیے جانے والے پروگرامات میں باقاعدگی سے شرکت کرنے کی تلقین کی۔

امیر حلقہ کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

# A short biography of Dr. Muhammad Iqbal

> 'Muhammad Iqbal – lawyer, jurist, and poet – rests in a simple tomb just outside the main entrance to the Badshahi mosque in Lahore. That simple tomb is a place of pilgrimage to me. For Iqbal was a man who belonged to all races; his concepts had universal appeal. He spoke to the consciences of men of good will whatever their tongue, whatever their creed'.

**Justice William O'Douglas, Associate Justice, The Supreme Court of the United States of America.**

Iqbal (1877-1938) holds a place of remarkable importance among contemporary Islamic thinkers. He was born on 9 November 1877 in Sialkot, a small town in the Punjab region of British India in modern-day Pakistan. His early education was from Scotch Mission College, Sialkot and he learnt the Quran and the Arabic language in a local mosque school. Iqbal went on to study Arabic, English Literature and Philosophy at Government College Lahore, the best institute of higher learning of the time in the subcontinent, and graduated cum laude in 1897 with a scholarship for further studies. By the time he did his masters in Philosophy in 1899, Iqbal was already recognized as a promising young poet in literary circles of Lahore. In 1903, he published his thesis on Economics titled Ilm-ul-Iqtesad (The Science of Economics). He left for Europe in 1905 and joined Lincoln's Inn to qualify for the Bar and also enrolled at Trinity College, Cambridge while simultaneously submitting his PhD dissertation in philosophy to Munich University. After returning to Lahore in 1908, over the next ten years, he emerged into public life, both in his province and in Muslim India. Iqbal's poetical works alone include four volumes of Urdu and seven volumes of Persian poetry.

Professor Arberry remarks that no Muslim author in modern times has provoked so much discussion and varying interpretation – a sure proof of relevance and fertility of Iqbal's ideas. Smith claims that since Iqbal was anti-capitalist, and capitalism fosters intellect, hence Iqbal was anti-intellect. On the other hand, Hussain argues that Smith's concept is a misconstruction of Iqbal for the sake of defending capitalism. Abbot was another objector to Iqbal's views saying that Iqbal was unable to picture the West apart from imperialism and that Iqbal was not immersed enough in Western culture to fully appreciate the various benefits of modern democracy, economic practices and science. Interestingly, Abbot himself mentioned in the same writing that Melville and Emerson found the same flaws in Western Civilization as Iqbal did. This led Hussain to argue that Abbot's objection is hollow and unfounded, since Iqbal was raised and educated in European institutions even in India, was taught by European teachers, and thoroughly studied Western philosophers and literature.

Professor Anikoy, the Soviet biographer, states that Iqbal passionately condemns weak will and passiveness. He is angry against inequality, discrimination and oppression of all types: social, political, national, racial and religious. He asserts the noble ideals of humanism, democracy, peace and friendship among peoples. According to Kiernan, Iqbal's poems reflect a complex personality depicting the complexity of a time of changes, attacking a static and torpid thinking and mode of living.

concerned with the human race in its entirety, which has given his work a universal relevance. Vahid writes that the greatness of Iqbal lies in the fact that he wants to see human life stand on its own dignity, and set itself free from narrow tribal, racial, regional or class bonds and to evolve a brotherhood of man linked together by the ties of humanity'.

Iqbal's work is an eclectic mix of history, spirituality, philosophy and politics. While glorifying the past and longing for a better future for Muslims, he focuses on spiritual direction and the development of a just human society. Iqbal is called the poet and philosopher of Pakistan. While this title is perfectly well deserved, it is also unjust at the same time, wrongly confining a man with universality in his message and thought to one small area of the world. In addition to a unique status in Pakistan as an ideological founding father and national poet, he is an inspiration in many other countries including Iran, Tajikistan, Kazakhstan, Kyrgyzstan, Turkmenistan, Uzbekistan and India. In Turkey, his symbolic grave stands in the compound of the mausoleum of Maulana Jalaluddin Rumi. In the universities of Heidelberg and Cambridge Universities, there are chairs or fellowships in Iqbal's name.

Iqbal's poetry traverses through different phases, which follow the course of political events in colonial India and the wider world. From being a champion of Hindu-Muslim unity to an advocate of a separate Muslim state, Iqbal inherently remains a humanist with hatred towards all injustices and oppression. Iblees ki majlis-i-Shura (The Advisory Council of Iblees) is an allegoric poem that Iqbal wrote in 1936, less than two years before his death. It was published posthumously in Armaghan-i-Hijaz. Dr Shaukat Ali writes that this poem is an imaginative way of expressing his dislike for Western political systems. The verses represent the last phase of Iqbal's thinking and can be considered to embody his final verdict on the contemporary political scene. Kiernan observes that this is an extremely significant poem of Iqbal in which he made his last approach of passionately denouncing imperialism and capitalism. Raja comments that as a product of colonial system Iqbal exposes Western liberal democracy's class hierarchies and wealth distribution in this poem, and expresses his longing for a system which offers the best of all other political systems.

Despite extensive and systematic research on Iqbal's political philosophy, mostly by eastern scholars, it is surprising to see the paucity of scholarly treatment of this particular poem which is a chef-d'oeuvre and covers all of Iqbal's critiques including of the imperialist and capitalist West, the enslaved and powerless East, sluggish Sufism and inept Muslim leadership. Iqbal also shows his admiration for Socialism and his opposition of Bolshevism, and finally his hope in Islam as a solution for the problems faced by East as well as the West.

***__Source adapted from: http://www.mybitforchange.org/__***


## ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر، رفیق تنظیم اسلامی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم رجوع القرآن کورس، بی اے، صوم وصلوٰۃ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0300-6627721 0321-4042944


## انا للہ وانا الیہ راجعون دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی سمن آباد لاہور کے ملتزم رفیق جناب عبدالقدوس طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے وارڈن اور رفیق تنظیم محترم خالد لطیف کی اہلیہ وفات پا گئیں

☆ حلقہ مالاکنڈ، دیر کے نقیب لائق سید کی بہو وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

# کُل پاکستان اجتماع

## 25، 26، 27 نومبر 2016ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا و محبت کو اپنے حق میں واجب کرنے،

نظم کو مستحکم اور امیر تنظیم کی تقویت کے لیے

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: (042)36293939-36316638
36366638

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.44
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore